بعثتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

فی کتبِ مقدسہ غیر مذاہب

مترجمہ

مسز منور صادق

اسلامی مشن سنت نگر لاہور

بعثت محمدؐ

فی کتب مقدسہ غیر مذاہب

مترجم

مس منور صادق صاحبہ

اسلامی مشن سنت نگر لاہور

بعثت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

فہرس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

تعارف

مسلمانوں کا یہ مسلمہ عقیدہ ہے کہ سید الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی تھے۔ ان کی ذاتِ اقدس پر خالقِ کائنات و مالکِ ارض و سما نے سلسلۂ نبوت و رسالت کو ختم کر کے دین کی تکمیل کی۔ ان کا یہ بھی ایمان ہے، کہ آقائے نامدار سے قبل تمام نبی آپؐ کی متوقع بعثت کی بشارت اپنی اپنی امت کو سناتے رہے۔ نیز خاتم الانبیاء، احمدِ مجتبیٰ کرۂ ارض پر توحیدِ الٰہی کا پرچار کرنے، امن و آشتی کا پیغام دینے، امتیازِ رنگ و نسل، و قوم و وطن کو مٹانے، نیز مظلوم و مقہور انسانیت کو ظلم و تشدد اور جبر و استبداد کے آہنی شکنجے سے نجات دلانے کے لئے مبعوث ہوئے۔

اکثر مذاہب کے پیروکار، رسالت مآبؐ کی نبوت کے تو قائل ہیں۔ لیکن آپؐ کو آخری نبی نہیں مانتے۔ حالانکہ آپؐ کے اس وصف سے متعلق تمام آسمانی صحیفوں میں واضح اور روشن شہادتیں موجود ہیں۔ آج بھی ان الہامی کتابوں میں سینکڑوں تبدیلیوں اور تحریفوں کے باوجود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے

قبل کے انبیاء کرام علیہم السلام کی زبان سے آپ کی بعثت کی بشارتیں اور اعلانات موجود ہیں۔ زیرِ نظر کتابچے کا مقصد مختلف انبیاء کرام علیہم السلام کے ان ارشادات کو دنیا کے سامنے لانا ہے۔ امید ہے کہ اس کے مطالعہ سے دوسرے مذاہب کے پیروکاروں کو مسلمانوں کا نقطۂ نظر سمجھنے میں سہولت رہے گی۔

پہلے یہ کتاب انگریزی میں تالیف ہوئی۔ اب ہماری قابلِ صد احترام بہن مِس منوّر صادق صاحبہ نے باوجود بے حد مصروف ہونے کے اس کو اردو کا لبادہ پہنایا۔ ترجمہ بامحاورہ اور اِس قدر سلیس ہے کہ معلوم ہوتا ہے گویا یہ اصل تصنیف ہے۔

مَیں اسلامی مشن کی طرف سے ان کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے میری درخواست پر لبیک کہا اور محنتِ شاقّہ سے اس کارِ خیر کو بوجہِ احسن پایۂ تکمیل کو پہنچایا۔

اختر احسن ایم۔ اے

بسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحیمْ

تمہید

تمام آسمانی صحیفوں کے مطالعہ سے یہ امر روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ روزِ ازل ہی سے خالقِ کائنات نے حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کو بطورِ آخری نبی مبعُوث فرمانے کا فیصلہ کر رکھا تھا اور ساتھ ہی یہ بھی اہتمام فرمادیا کہ ابُو البشر حضرت آدم علیہ السّلام سے لے کر بنی اسرائیل کے آخری نبی حضرت عیسیٰ علیہ السّلام تک تمام انبیاء علیہم السّلام کے ذمّہ یہ فرض قرار دیا کہ وہ اپنی اپنی اُمّت میں حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی آمد کا اعلان فرما دیں۔ اور واشگاف الفاظ میں یہ واضح کردیں کہ آپؐ کو کرۂ ارض پہ اُمن و آشتی کے پیغام بر، نسلِ انسانی کے نجات دہندہ اور توحیدِ الٰہی کے بے مثل علمبردار کی حیثیت سے تشریف لاتا ہے۔ سرورِ کونینؐ کی سچائی اور آپؐ کے نبیِ برحق ہونے کا اس سے زیادہ اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے، کہ آپؐ کو مبعُوث فرمانے والی قادرِ مطلق ہستی نے ہزاروں سال قبل آپ کی صداقت کا سامان مہیّا فرما دیا۔

رسالتمآبؐ کی بعثت کی شہادت تو زمانۂ قبل از تاریخ کے ہندو اتہاس اور ویدوں میں بھی موجود ہے۔ مثلاً آریوں کی مذہبی کتب اتھروید اور رگ وید

میں موعود رشی (پیغمبر) کو نامہ کے نام سے پکارا گیا ہے۔ جس سے مراد عظیم ما ہے۔ نیز عظیم ما کے دس ہزار ساتھیوں کا تذکرہ بھی ان کتب میں موجود ہے۔ (اتھروید کنڈ ۲۰، کنتھا سگتو رگ وید منڈل ۵
سوکی منترا (۲۷ : ۳)

عبرانی زبان کے نسخہ بائیبل میں بھی عظیم ما کا ذکر پایا جاتا ہے۔ جسے (EMET) میں ما موعود کی حیثیت سے بیان کیا گیا ہے ما موعود کی حیثیت سے بیان کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں پیغمبر حنوک جو حضرت آدم علیہ السلام سے ساتویں پشت میں تھے، کی پیش گوئی میں بھی خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے متعلق واضح الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے۔ یہ پیش گوئی پیغمبر موعود کے دس ہزار ساتھیوں سے متعلق ہے۔ اور انگریزی عہد نامۂ جدید میں یہودا کے خط ۱ : ۱۴-۱۵ میں اس کی تصدیق مندرجہ ذیل الفاظ میں موجود ہے :-

"ان کے بارے میں حنوک نے بھی جو آدم سے ساتویں پشت میں تھا۔ یہ پیش گوئی کی تھی کہ دیکھو خداوند اپنے دس ہزار مقدسوں کے ساتھ آیا۔"

یہ امر قابلِ افسوس ہے کہ اردو انجیل نویسوں نے ترجمہ کرتے وقت بددیانتی سے کام لیتے ہوئے دس ہزار کا ترجمہ لاکھوں کیا ہے۔ لیکن پرانی انجیلوں میں اب بھی دس ہزار کی تعداد موجود ہے۔ ملاحظہ ہو۔

حقیقت تو یہ ہے کہ خالق کائنات نے ہر پیغمبر سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصدیق کا عہد لے لیا تھا۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ارشادِ ربانی ہے :-

"اور جب اللہ نے انبیاء سے عہد لیا کہ جب میں تم کو کتاب اور دانائی عطا کروں۔ پھر تمہارے پاس کوئی پیغمبر آئے جو تمہاری کتاب کی تصدیق کرے تو تمہیں ضرور اس پر ایمان لانا ہوگا۔ اور ضرور اس کی مدد کرنا ہو گی (اور عہد لینے کے بعد) پوچھا کہ بھلا تم اقرار کرتے ہو؟ اور اس پر میرا عہد قبول کرتے ہو (یعنی مجھے ضامن ٹھیرایا) انہوں نے کہا (ہاں) ہم اقرار کرتے ہیں فرمایا۔ تو گواہ رہنا۔ میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں"

(سورۃ آل عمران آیت ۸۱)

یہاں یہ واضح رہے کہ جو احکامِ الٰہی تمام انبیاء کو ملے۔ ان میں ان کی امتیں بدرجۂ اولیٰ شامل ہیں۔ اس طرح تمام انبیاء نے اپنی امتوں سمیت افضل الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم جن پر سلسلۂ نبوت کو ختم ہونا تھا اور دین کی تکمیل ہونی تھی، سے عہدِ وفا باندھا۔ کیونکہ رحمۃ للعالمین کو اقوامِ عالم کے لئے امن کا پیغامبر بننا تھا اور اپنی بعثت پر تمام پیغمبروں کی تصدیق کرنا تھی۔ لہٰذا تمام تر تحریفوں اور تبدیلیوں کے باوجود عہد نامہ جدید بائیبل کے اوراق میں پیغمبرِ عرب و عجم کی بعثت سے متعلق آج بھی کئی ایک شہادتیں موجود ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے :۔

"چنانچہ موسیٰ نے کہا کہ خداوند خدا تمہارے بھائیوں میں سے مجھ سا ایک نبی پیدا کرے گا۔ جو کچھ وہ تم سے کہے اس کی سننا" (اعمال ۳ : ۲۲)

"پھر میں نے نگاہ کی تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ برہ صیون کے پہاڑ پر کھڑا ہے۔ اور اس کے ساتھ ایک لاکھ چوالیس ہزار شخص ہیں" (مکاشفہ ۱۴ : ۱-۵)

یہ داعی حق" احمد مجتبیٰ ہی تو تھے۔ جنہوں نے حجۃ الوداع کے موقع پر عرفات کی پہاڑی پر اپنے ایک لاکھ چوالیس ہزار مقدس صحابیوں کی موجودگی میں اپنا آخری ایمان افروز خطبہ فرمایا تھا۔

"خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر آشکار ہوا اور کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا اور دس ہزار قدسیوں میں سے آیا اس کے داہنے ہاتھ پر ان کے لئے آتشی شریعت تھی"

(بائبل استثنا باب ۳۳)

ظاہر ہے کوہ فاران پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی فتح مکہ کے وقت اپنے دس ہزار ساتھیوں کے ہمراہ جلوہ آرا ہوئے تھے۔

بہر حال ان تعارفی سطور میں عہد نامہ عتیق وجدید نیز قرآن حکیم کی آیات سے یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ ان سب کتب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے متعلق پیش گوئیاں واضح الفاظ میں موجود ہیں۔ آئندہ ابواب میں بائبل کے اوراق سے انبیاء علیہم السلام کی مزید پیش گوئیاں قارئین کرام کے مطالعہ کے لئے پیش کی جا رہی ہیں۔

انبیاءُ اللہ

لا تعداد سال قبل جب زمان و مکان کا کوئی وجود نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے کائنات کو نوری مخلوق یعنی فرشتوں سے آباد کر رکھا تھا۔ قرآنِ حکیم سے ثابت ہے کہ کائنات پہلے صرف پانی پر مشتمل تھی۔

"اور وہ وہی تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کیا۔ اور اس کا عرش پانی پر تھا" (القرآن۔ سورۃ ہود۔ آیت ۷)

بعد ازاں اس قدرت کے ایک حصّہ کو دہکتے ہوئے تودے کی شکل دے دی گئی اب آگ اور دھوئیں سے ایک نئی مخلوق وجود میں لائی گئی اور اسے جنّ کے نام سے موسوم کیا گیا۔ آخرکار اس تودے کو بذریعہ تصادم یا کسی اور طریق سے مختلف ٹکڑوں یعنی سورج چاند اور دوسرے سیاروں کی شکل میں علیحدہ علیحدہ کیا گیا۔ امتدادِ زمانہ کے ساتھ کرۂ ارض کے بیرونی قشر نے خشک ہو کر انسانوں اور دوسرے جانداروں کے لئے قابلِ سکونت صورت اختیار کر لی تو اللہ تعالیٰ نے ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی زوجہ حضرت حوّا کو تخلیق کیا اور کچھ عرصہ بعد دونوں کو زمین پر بھیج دیا۔ ان کے نزول کے ساتھ ہی تولید و ولادت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ کرۂ ارض بنی نوعِ انسان کے لئے مامن و جائے پناہ بنا تو نسلِ انسانی دنیا کے کونے کونے میں پھیل گئی لیکن زندگی بے لگام، سرکش اور وحشیانہ ہو کر رہ گئی۔ انسان انسان کا دشمن ہو گیا۔ خالقِ کائنات کو حضرت انسان کی اس

حالتِ زار اور بے کسی پر رحم آیا تو اُس کے خون پوست کے رشتوں ہی میں سے نبی اور رسول مبعوث کرنے کا فیصلہ فرمایا۔ ویسے تو اوّلیں انسان حضرت آدمؑ کو اوّلین پیغمبر کے فرائض بھی سونپ دیئے گئے تھے۔ لیکن اولادِ آدم جلد ہی پیغامِ الٰہی کو فراموش کر چکی تھی۔ انبیاء علیہم السّلام کی بعثت کا مقصد اپنی اپنی قوم کے افراد کے جوہرِ انسانیت کو بالیدگی عطا کرنا، انہیں جادۂ مستقیم پر گامزن کرنا، اور شر و فساد کی راہوں سے بیزار کرنا اور مخلوق کو اُس کے خالق کا پیغام پہنچانا تھا۔ یہی وہ طریقِ کار تھا جس سے کائنات میں امن و امان کی فضا پیدا ہو سکتی تھی۔ پیغمبروں کو براہِ راست خالقِ کائنات سے ادراکِ حقیقت کا شرف حاصل ہوتا رہا۔ اور وہ اُس حقیقت کے نور سے اپنی قوم کے افراد کی تاریک زندگیوں کو منوّر کرتے رہے۔ وہ اللہ کے بندوں کے دلوں میں اپنے خالق کی محبت پیدا کر کے انہیں اپنے مالکِ حقیقی سے قریب تر لانے، اس کی بندگی میں داخل کرنے، اور بندوں کی خدائی کا طلسم توڑنے میں مدد دیتے رہے۔ وہ خلقِ خدا کو اوامر و نواہی سے مطلع کرتے۔ روزِ جزا و سزا کے تصوّر کے ذریعہ نیکی و امانت کا شعور بیدار کرتے۔ نیک اعمال کرنے والوں کے لئے اجرِ عظیم کی نوید اور گناہ و معاصی میں مبتلا ہونے والوں کو عذابِ الیم کی وعید سناتے۔ نیز معاشرے کے مختلف گروہوں میں اتحاد و یک جہتی پیدا کرنے اور امن و آشتی کی فضا بروئے کار لانے کا فریضہ بھی سر انجام دیتے۔ وہ بنی نوعِ انسان سے محبت کرتے۔ مصائب میں لوگوں کی مدد کرتے اور بھٹکے ہوؤں کو ضلالت و پستی کی ظلمتوں سے نکال کر رشد و ہدایت کی راہ پر گامزن کرتے۔ ان کی گفتگو بنی نوعِ انسان کے لئے باعثِ تسکین و طمانیت بنتی۔

اِسی طرح نیکی و خیر کا رُجحان پیدا کرنے کے لئے وقتاً فوقتاً پیغمبرانِ الٰہی آتے رہے ۔ اور روایات سے ان کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ثابت ہے ۔ ان میں اکثریت کا دائرۂ کار بالعموم اپنی قوم ملک یا شہر تک محدود ہوتا ۔ لیکن چند ایک مثلاً حضرت آدمؑ ، حضرت نوحؑ ، حضرت ابراہیمؑ ، حضرت اسحاقؑ ، حضرت اسماعیلؑ حضرت یعقوبؑ ، حضرت موسیٰؑ ، حضرت ہارونؑ ، حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کی ذمہ داریاں وسیع تر تھیں ۔

سب سے آخیر میں حضرت عیسیٰؑ کی ولادت سے ۵۷۰ سال بعد حضرت محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم تمام بنی نوعِ انسان کے لئے عالمگیر مذہب لے کر کائناتی پیغمبر بن کر آئے ۔ آپؐ پر سلسلۂ نبوّت و وحی ختم کر دیا گیا اور دینِ الٰہی کی تکمیل کر دی گئی ۔

تمام انبیاءِ کرام کی بعثت کا مقصدِ وحید ایک ہی تھا ۔ اور وہ تھا توحیدِ الٰہی کا پرچار ۔ ان کا پیغام بھی ایک ہی تھا ۔ اللہ کی وحدت پر ایمانِ کامل ۔ ان سب کے مذہب کا نام اسلام ہی تھا ۔ اِسی دینِ حنیف پر وہ سب اوّل تا آخیر عمل پیرا رہے ۔ اسی لئے قرآنِ حکیم نے اعلان فرمایا :-

" اور اللہ کے نزدیک دین اسلام ہی ہے ۔ " (القرآن سورۃ آل عمران آیت ۱۹)

نیز اسلام کے معنی اللہ کی رضا کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دینے ، اور اس کی متعین کردہ راہ پر چلنے کے ہیں ۔ دائرہ اسلام میں داخل ہونے والے کو مسلم کہا جاتا ہے ۔ لیکن اُسے یہ شرف اسی صورت حاصل ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر معبودِ واحد کی حیثیت سے ، اس کے فرشتوں ، اس کے پیغمبروں ، آسمانی کتب اور روزِ جزا و سزا پر ایمان لے آئے ۔

پیغمبرِ آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم

۲۲ - اپریل ۵۷۱ء کی سحر وہ مبارک سحر تھی جب سرزمین عرب کے مقدس شہر مکہ کے ممتاز ترین قبیلہ قریش میں نبیِ آخر الزمان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی - یہ وہ دور تھا جب اقوامِ عالم کا اخلاقی لحاظ سے دیوالہ نکل چکا تھا - انسانیت روحانی لحاظ سے جادۂ مستقیم سے بھٹک کر جہالت وضلالت، تاریکی وظلمت کی اتھاہ گہرائیوں میں دم توڑ رہی تھی - پوری دنیا جرائم ومعاصی کے گھنیرے بادلوں کی لپیٹ میں آچکی تھی -

مشرقِ وسطیٰ اور یورپ میں نصرانیت اور یہودیت کی فرماں روائی تھی - ایران میں زرتشتی مذہب عروج پہ تھا اور سرزمینِ ہند میں برہمنیت اور بدھ کے پیروکار باہم دست بہ گریبان تھے - چین وجاپان میں شنٹو ازم کا اثرورسوخ تھا - عیسائیت اور یہودیت دونوں مذاہب اپنی اصل صورت میں تو توحید کے علمبردار تھے - لیکن مرورِ ایام کے ساتھ تثویت کا شکار ہو کر رہ گئے تھے - بت پرستی اور توہم پرستی نے کرۂ ارضی کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا اور زمین کا کوئی خطہ ایسا نہ تھا جو اس کی زد سے بچ سکا ہو - انتہا یہ کہ افریقہ میں آدم خوری کا رواج تھا - درندگی کا یہ عالم کہ انسان انسان کے خون کا پیاسا تھا - انسان انسان کے سامنے سرنگوں تھا - انسانیت ختم ہو چکی تھی -

بقیہ خطۂ ارض بھی وحشی، خونخوار اور غیر مہذب انسانوں کا مسکن تھا -

المختصر اس اشرف المخلوقات کی ذہنی پستی کا یہ عالم تھا کہ وہ بے زبان جانوروں اور بے جان اشیاء کو اپنا معبود سمجھے بیٹھا تھا اور ان کی پرستش میں نجات کا متلاشی تھا۔

اسی طرح لاقانونیت کی شکار سرزمینِ عرب میں بھی کوئی حکمران نہ تھا۔ سرکش طبائع کو سرزنش کرنے کے لئے کوئی قانون نہ تھا۔ جس کی لاٹھی اس کی بھینس کے اصول کی حکمرانی تھی۔ بیتُ اللہ شریف میں تین سو ساٹھ بت نصب تھے۔ جن کی پرستش کی جاتی۔ لوگ جاہل اور ناخواندہ تھے۔ سنگدلی اور شقاوت کا یہ حال کہ جیتی جاگتی، بھاگتی دوڑتی، ابّا ابّا پکارتی بچّی کو اپنے ہاتھوں گڑھے میں دبا دیتے۔ شراب کے رسیا اور قمار بازی کے شوقین تھے۔ غرض کہ انسانی فطرت حد درجہ مسخ ہو چکی تھی۔ چھٹی صدی عیسوی کا دَور زمانۂ جاہلیت کا دَور تھا۔ آخر رحمتِ الٰہی جوش میں آئی۔ خالقِ کائنات کو انسان کی حالتِ زار پر رحم آیا۔ اور اس نے نبیِ آخر الزمان حضرت محمّد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی آخری کتاب ہدایت دے کر انسانیت کی رہنمائی کے لئے مبعوث فرمایا۔

پہلی وحی

چالیس سال کی عمر میں ۱۲۔ فروری ۶۱۱ء کو حضورؐ غارِ حرا میں حسبِ معمول جُستجوئے حق و صداقت میں محوِ سوز و گداز تھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتۂ غیب نمودار ہوا۔ وہی فرشتہ جو تمام پیغمبروں کے پاس پیغامِ الٰہی

دے کر آیا کرتا تھا۔ اور کہا :-

"پڑھ خدا کے نام سے۔ جس نے آدمی کو گوشت کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھ بیشک خدا کریم ہے۔ وہ جس نے انسان کو قلم کے ذریعے علم سکھایا۔ وہ جس نے انسان کو وہ باتیں سکھائیں جو اُسے معلوم نہ تھیں۔"
(القرآن: سورۃ العلق : آیت ۱-۵)

یہ تھی پہلی وحی جو حصولِ علم پر زور دے رہی ہے۔ یہ تھا پہلا پیغامِ الٰہی جو قلم کے ذریعے اکتسابِ علم کا شوق دِلا رہا ہے۔ خدائی حکم ملتے ہی محبوبِ حق نے توحیدِ الٰہی کا پرچار کر دیا۔ کچھ مدت گزرنے پر دُوسرا پیغام موصول ہوا:-

"اَے محمدؐ! جو کپڑا اوڑھے ہوئے ہو۔ اُٹھو! اور نوعِ انسانی کو غلط زندگی کے نتائج و عواقب سے آگاہ کرو۔ اور اپنے پروردگار کی بڑائی کا اعلان کرو۔ اور اپنے کپڑوں کو پاکیزہ رکھو۔ اور ناپاکی سے دُور رہو۔"

(القرآن۔ سورۃ المدثر۔ ۱-۵)

گویا اب خاتم الانبیاء کو کرۂ ارض پر مشعلِ اسلام روشن کرنے، صراطِ مستقیم سے بھٹکی ہوئی اور گمراہ انسانیت کو دعوتِ حق دینے اور رُشد و ہدایت کی راہ دکھانے سے متعلق احکامِ الٰہی مل گئے۔

علانیہ دعوتِ حق

پیغمبرِ الٰہی نے پیغامِ حق پہنچانے کے لئے پہلے ان لوگوں کو منتخب کیا، جو فیض یابِ صحبت تھے۔ لہٰذا سب سے اوّل آپؐ کی حرم محترم حضرت خدیجہ رض

آپؐ کے بچپن کے رفیق و ہم نشین حضرت ابو بکر صدیقؓ آپؐ کی آغوشِ تربیت میں پروردہ حضرت علیؓ اور آپؐ کے آزاد کردہ غلام حضرت زیدؓ نے دعوتِ اسلام پر لبیک کہا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاندانِ عبد المطلب کے تقریباً چالیس افراد کو اپنے ہاں دعوت پر مدعو کیا۔ دعوت کے اختتام پر پروردگارِ عالم کی کبریائی بیان فرمائی۔ اپنے خون کے رشتہ داروں سے سوال کیا کہ اس پیغامِ حق و صداقت کو لوگوں تک پہنچانے میں کون ہمراہِ سفر ہوگا؟ اہلِ مجلس کے لبوں پر مہرِ خاموشی تھی۔ حضرت علیؓ نے اپنی کمسنی کے باوجود اس پُرخطر راہ میں ساتھ دینے کا اعلان کیا۔ بڑے بوڑھوں کو اس کمسن کے بلند بانگ دعویٰ پر بے ساختہ ہنسی آگئی۔ لیکن وہ لاغر جسم عزم و ہمت کا ایسا عظیم پیکر تھا جس نے زندگی بھر ہر کٹھن وقت میں محسن انسانیت کا بھرپور ساتھ دیا۔

اہلِ خاندان کو پیغامِ حق سُنانے کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کوہِ صفا پر چڑھ کر اہلِ مکّہ کو پکارا جو پل بھر میں جمع ہو گئے۔ آپؐ نے ان سے سوال کیا کہ انہوں نے آپؐ کو مکّہ کی چالیس سالہ زندگی میں کیسا پایا؟ کیا آپؐ کو کبھی جھوٹ بولتے بھی دیکھا، یا ہمیشہ کلماتِ حق و صداقت ہی منہ سے نکلتے دیکھے۔ تمام حاضرین جو چالیس سال سے متواتر آپؐ کے شب و روز کے عینی شاہد تھے بیک آواز پکار اُٹھے:۔

"ہم نے آپؐ کو کبھی کذب بیانی کرتے ہوئے یا لغو کلمہ مُنہ سے نکالتے نہیں سُنا۔ ہمیں یقین ہے کہ آپؐ حق گو اور صداقت و امانت کے پاسبان ہیں۔"

کفارِ مکہ کا جواب سُن کر آپؐ نے اُنہیں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور روزِ جزا وسزا پر ایمان لانے کی دعوت دی۔ رسولِ اکرمؐ کو صادق وامین جیسے حسین لقب سے پکارنے والے آپؐ کی دعوتِ حق وصداقت پر لبیک کہنے کی بجائے آمادۂ پیکار ہو گئے۔ قریش کے سرکش ومغرور افراد آپؐ کی جان کے درپے ہو گئے۔ کفار ومشرکین کی جھوٹی غیرت بھلا یہ کیسے گوارا کرتی کہ جن بتوں کے آستانوں پر وہ اور ان کے آباء واجداد صدیوں سے سرِ عبودیت جھکاتے رہے وہ آج تضحیک کا نشانہ بنیں۔ لیکن وہ بے علم اس امر سے بے خبر تھے کہ خاتم الانبیاءؐ کی صدائے حق کے زیرِ اثر جہاں ان بے جان مٹی اور پتھر کی مورتیوں کو پاش پاش ہونا تھا، وہاں اُن کی جھوٹی غیرت کے اصنام کا بھی پارہ پارہ ہونا مقدر ہو چکا تھا۔ لیکن رُشد وہدایت کے پیامبر کی مخالفت ومخاصمت کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ آپؐ کے راستوں کو کانٹوں سے بھر دیا جاتا۔ آپؐ کے دروازے پر کوڑے کرکٹ اور گندگی کے ڈھیر لگا دئے جاتے، نماز کے دوران آپؐ کی کمرِ مبارک پر اونٹ کی اوجھڑی رکھ دی جاتی۔ پیکرِ صبر واستقامت کے سامنے ایذا رسانی کے یہ تمام حربے ناکام ہو گئے تو آپؐ کی تضحیک وتکذیب کے لئے باقاعدہ ایک کمیٹی تشکیل کی گئی لیکن نہ تو کوئی طعن وتشنیع اور تضحیک وتکذیب کا حربہ عاشقِ وحدانیت کے پائے استقلال کو ڈگمگا سکا، اور نہ ہی کوئی عیاری ومکاری کی چال آپؐ کی بلند ہمت وعزم کو پست کر سکی۔ آپؐ کو اپنے نصب العین کی صداقت پر پختہ یقین تھا۔ لہٰذا ہر ایذا ہر مخالفت، ہر ظلم وتشدد آپؐ کے حوصلوں میں بلندی، آپؐ کے عزم میں ثبات اور آپؐ کے ارادوں میں استحکام پیدا کرتا چلا گیا۔

زبردست تحریص

سردارانِ قریش حضورؐ اور آپؐ کے جاں نثار ساتھیوں پر ایذا رسانی اور ظلم و استبداد کا ہر حربہ استعمال کر چکے۔ آپؐ کے صحابیوں کو دہکتے ہوئے انگاروں پر پا بہ زنجیر کر کے سینوں پر بھاری پتھر رکھ کر تپتی ہوئی ریت پر لٹا کر آزما چکے، تو ان کی اپنی ہمت جواب دے گئی۔ تھک ہار کر اپنی ناکامی کا اعتراف کرتے ہوئے انہوں نے تحریص و ترغیب۔ کا حربہ استعمال کیا۔ سرزمینِ حجاز کی بادشاہت۔ کا تاج اِس شرط پر سرورِ کائنات کی خدمت میں پیش کیا کہ آپ وحدانیتِ حق کی تبلیغ ترک کر دیں لیکن آپؐ نے اس پیش کش کو ٹھکرا دیا۔ دولتِ ایمان سے مالا مال ہستی کے ارادے کو یہ نادر پیش کش بھی متزلزل نہ کر سکی۔

ابوطالب کے پاس وفدِ قریش

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو راہِ ہدایت سے ہٹانے کے لئے ترغیب و تحریص کا حربہ بھی کارگر نہ ہوا تو معززینِ قریش کا وفد آپؐ کے شفیق چچا کے پاس حاضر ہوا اور درخواست کی کہ وہ اپنے عالی تبار بھتیجے کو اعلانِ توحید سے باز رکھیں۔ چچا کی ہمدردیاں تو اپنے نورِ نظر کے ساتھ تھیں۔ لیکن کفارِ مکہ کے غیظ و غضب کے پیشِ نظر بھتیجے کو سمجھانے کی کوشش کی۔ رسالت مآبؐ نے فرمایا: "اے شفیق چچا! قسم ہے اللہ کی، اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ میں سورج اور دوسرے میں چاند لاکر رکھ دیں تب بھی میں اپنے فرض سے

باز نہ آؤں گا۔ خدا، یا تو اِس کام کو پُورا کرے گا، یا مَیں خود اِس پر نثار ہو جاؤں گا۔"

اِس متحیّر کُن جواب نے نہ صرف ابُو طالب کو بے حد متاثر کیا، بلکہ کفّار و مشرکین بھی اپنا سا مُنہ لے کر رہ گئے۔

شعبِ ابُوطالب میں محصُوری

چاروں طرف سے ناکام ہوکر آخر کار قریش کے تمام قبائل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے قبیلہ بنو ہاشم کا قطعِ تعلق کرنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ ایک ظالمانہ معاہدہ طے پایا کہ کوئی شخص خاندانِ ہاشم کے ساتھ نہ رشتہ ناطہ کریگا۔ نہ ان کے ساتھ خرید و فروخت کریگا۔ نہ ان سے میل جول رکھے گا۔ نہ ان کے پاس کھانے پینے کا سامان پہنچنے دے گا۔ جب تک وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کے لیے قریش کے حوالہ نہ کر دیں۔ یہ معاہدہ درِ کعبہ پر آویزاں کر دیا گیا۔ ابُوطالب اور خاندانِ بنو ہاشم نے مجبور ہو کر شعبِ ابُوطالب میں پناہ لی۔ تین سال تک حالتِ محصُوری میں اہلِ ہاشم نے بھوک کے پیاسے مصائب و آلام سے پُر زندگی گزاری۔ ماہِ حج کے دَوران محصُورین کو باہر نکلنے کی اجازت تھی۔ پیکرِ ہمّت و عزیمت پیغمبرِ اسلام اِس موقع کو بھی ہاتھ سے نہ جانے دیتے اور خانہ کعبہ میں حاضری دینے والے حاجیوں کو دینِ حق کی دعوت دیتے تین سال کا پُر آشوب دَور گزرنے پر خود ہی قریش میں سے چند افراد کے دِل پسیج گئے۔ اور انہوں نے اِس وحشیانہ معاہدہ کو چاک کر دیا۔ لہٰذا نبیِ آخر الزّمان اور آپؐ کے اہلِ خاندان کو شعبِ ابوطالب سے باہر آنے کی اجازت مِل گئی۔

زخموں سے چُور

اہلِ مکّہ کے سنگدلانہ رویّہ سے نا اُمید و مایوس ہو کر آپؐ نے طائف کا ارادہ فرمایا۔ یہ شہر مکّہ سے جنوب مشرق کی سمت ۷۰ میل کے فاصلہ پر ایک صحت افزا اور پُر فضا مقام ہے۔ زیدؓ بن حارث آپؐ کے شریکِ سفر تھے۔ آپؐ نے وہاں کے رُؤساء کو دعوتِ اسلام دی۔ لیکن اُن کج فطرتوں نے دعوتِ حق کا جواب تضحیک و طنز اور پتھروں کی بارش سے دیا۔ مالک الملک کے عظیم پیغمبر زخموں سے چُور، خون میں لت پت بے ہوش ہو گئے تو رفیقِ سفر حضرت زیدؓ بن حارث نے سہارا دیا اور دونوں نے انگوروں کے ایک باغ میں پناہ لی۔

ہجرتِ مدینہ

اہلِ ایمان پر قریش کی ستم رانیاں اور ایذا رسانیاں حد سے بڑھتی گئیں ظلم و تشدد کی زنجیریں مضبوط تر ہوتی چلی گئیں۔ اپنے ہی وطن کی سرزمین پرستارانِ توحید پر تنگ ہوتی گئی۔ تو مدینہ جو اُس وقت یثرب کے نام سے مشہور تھا کے مسلمانوں نے رحمۃ للعالمینؐ کو مع صحابہ کرامؓ کے وہاں سکونت اختیار کرنے کی دعوت دی۔ لہٰذا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکّہ کے مسلمانوں کو ہجرتِ مدینہ کی اجازت فرما دی۔ وہ سب بخوشی اپنے گھر بار، کاروبار، مال و منال کو دولتِ ایمان پر نثار کر کے ہمیشہ کے لئے مدینہ میں جا بسے۔

سازشِ قتل

حق و باطل کے معرکہ میں حق زور پکڑتا جا رہا تھا۔ قریش کے ستمگروں کی ستم گریاں حوصلہ ہار رہی تھیں۔ ظالم اپنے ظلم و ستم کی آگ میں خود ہی بھسم ہو رہے تھے۔ ختم المرسلین صلعم کو جادۂ ہدایت سے ہٹانے کی ہر تدبیر ناکام ہو چکی تھی۔ اُمید کی صرف ایک کرن باقی تھی اُسے عملی جامہ پہنانے کے لئے دار الندوہ میں اجتماع ہوا۔ طے پایا کہ ہر خاندان سے ایک ایک کڑیل نوجوان کا اِنتخاب کیا جائے۔ یہ منتخب بہادر مل کر بیک وقت تلواروں سے حملہ کر کے داعی حق کا خاتمہ کر دیں۔ ۲۱ ستمبر ۶۲۲ء کو مکہ کے بہادر اور نامور فرزندانِ باطل نے برہنہ تلواروں سے آستانۂ مبارک کا محاصرہ کر لیا اور انتظار کرنے لگے کہ آپ صلعم صبح کی نماز کے لئے باہر تشریف لائیں تو آپ صلعم کو شہید کر دیا جائے۔

آسمانی نصرت

ربِ ارض و سما نے اپنے محبوب پیغمبر صلعم کو کفار کے ناپاک عزائم سے مطلع فرما دیا۔ آپ صلعم نے حیدرِ کرار حضرت علی رضہ کو طلب فرمایا۔ اپنی جان دا ایمان کے دشمنوں کی امانتیں بحفاظت لوٹانے کے لیے اُن کے سپرد کیں۔ اُنہیں اپنے بستر پر سونے کی ہدایت فرمائی اور سورۂ یٰسین کا وِرد کرتے ہوئے دشمنوں کی ننگی تلواروں کے پہرہ میں سے باہر نکل آئے۔ اور کوئی آپ کا بال بھی بیکا نہ کر سکا۔ آپ صلعم پیکرِ صدق و صفا حضرت ابوبکر صدیق رضہ کے گھر تشریف لے گئے اور دونوں نے

مکہ سے پانچ میل دُور غارِ ثور کی راہ لی۔ صدیق اکبرؓ سرورِ کشورِ رسالت کو غار کے منہ تک اپنے کندھوں پر اُٹھا کر لے گئے۔ تاکہ دشمنوں کے لیے نشانِ راہ تک بھی نظر نہ آسکے۔

مدینہ کو روانگی

دُورِ آزمائش میں حضرت یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ میں قیام رہا۔ اور آپ کو اپنے رفیق سفر کی معیت میں غارِ ثور کی تاریکیوں میں تین راتیں گزارنا پڑیں۔ چوتھی رات ۱۱ ستمبر ۶۲۲ء کی شب تھی۔ جب رسالت مآب نے اُونٹوں کی سواری پر مدینہ کی جانب آغازِ سفر کیا۔ واقعاتِ ہجرت اکثر پیغمبروں کی زندگیوں میں رُونما ہوتے رہے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرتِ موسیٰ علیہ السلام اور حضرت داؤد علیہ السلام نے بھی توراہِ حق میں، اپنے اپنے وطن سے ہجرت کی تھی۔ اِس پُرخطر سفر میں بھی ہادیٔ برحق نے اپنا تبلیغی کام جاری رکھا۔ اور ایک قبیلے کے رئیس بریدہ کو اس کے ساتھیوں سمیت مشرف بہ اسلام کیا۔ مورخہ ۲۳ ستمبر ۶۲۲ء بروز دوشنبہ (پیر) رسولؐ اللہ نے مدینہ سے تین میل دُور قبا کی آبادی میں قدم رنجہ فرمایا۔

اوّلین مسجد

سرورِ کونین نے قبا میں ایک مسجد کی بنیاد رکھی۔ جو آج بھی مرجع خلائق ہے۔ ہر صاحبِ نصیب مسلمان جو حج کے لیے جاتا ہے، روضہ مبارک پر

حاضری دینے کے ساتھ ساتھ اُمّتِ محمدیہ صلعم کی اس اوّلین مسجد میں بھی لازمی طور پہ حاضری کا شرف حاصل کرتا ہے۔

مورخہ ۱۲۔ ربیع الاوّل مطابق ۲۷ ستمبر ۶۲۲ء بروز جمعۃ المبارک بوقت سہ پہر حضور صلعم جنوب کی طرف سے مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔ سارے شہر کے لوگ پُرجوش استقبال کے لئے گھروں سے باہر نکل آئے تھے۔ گلیاں بازار اور مکانوں کی چھتیں مردوں، عورتوں اور بچوں کے ہجوم سے بھری پڑی تھیں کمسن معصوم بچیاں حمد وثنا کے نغمے الاپ رہی تھیں۔ راہ گیر خوشی سے جھوم رہے تھے۔ جوش وخروش کا یہ عالم تھا کہ سارا شہر اللہ اکبر کے نعروں سے گونج رہا تھا۔ گویا بائیبل میں مندرج پیغمبرِ حبقوق ؑ کی پیش گوئی پوری ہو کر رہی کہ :-

"خدا تیماں سے آیا اور قدّوس کوہِ فاران سے۔ اُس کا جلال آسمان پر چھا گیا اور زمین اس کی حمد سے معمور ہو گئی"۔

مدینہ پہنچنے پر اللہ کے رسول صلعم نے سب سے پہلے شمعِ توحید کے پروانوں کو تعلیم وتربیت دینے، اللہ کے حضور نماز کا ہدیۂ عقیدت پیش کرنے، اور باہمی مشاورت کے لئے مسجد نبوی تعمیر فرمائی۔

تحویلِ قبلہ

مسلمان بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے کہ ایک روز نماز کے دَوران ہی خانہ کعبہ کی طرف رُخ پھیر دینے کا حکمِ الٰہی صادر ہوا۔ اور

وادیِ مکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تعمیر کردہ بیت اللہ ملتِ اسلامیہ کے لیے وجہِ امتیاز و اختصاص بن گیا۔ بہ خلاف دیگر انبیاء کے جو کہ خاص قوم یا ملک کے لیے مبعوث ہوئے تھے۔ جیسا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام صرف بنی اسرائیل کے لیے مقرر ہوئے تھے۔ پیغمبرِ اسلام صرف اہلِ عرب ہی کے لیے مبعوث نہیں ہوئے تھے، بلکہ آپ ساری کائنات کے لیے رُشد و ہدایت کا سرچشمہ بن کر آئے تھے جیسا کہ قرآنِ حکیم میں ارشادِ ربانی ہے۔

"اور (اے محمدؐ!) ہم نے تم کو تمام جہان کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔" (سورۃ الانبیاء: آیت ۱۰۷)

"اور (اے محمدؐ!) ہم نے تم کو تمام دنیا کے لیے خوش خبری سنانے والا، اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔" (سورۃ سبا: آیت ۲۸)

لہٰذا فریضۂ نبوت کی سر انجام دہی کے لیے مدینہ منورہ میں سازگار ماحول میسر آنے پر سیّد الانبیاء کی تبلیغی سرگرمیوں کا تیز تر ہو جانا فطری امر تھا۔ آپ نے نمائندے قبیلوں میں مبلغ روانہ کیے۔ ۷ ہجری میں سرداران قبائل اور رؤسائے عرب کو بذریعہ خطوط دعوتِ اسلام دی نیز مشرقی روم کے بازنطینی فرمانروا، حبشہ (افریقہ) ایران اور مصر کے حکمرانوں کو دائرۂ توحید میں آنے کی تحریری طور پر ترغیب دی۔ ۹ ہجری میں چھتیس قبیلوں نے اسلام کی حقانیت معلوم کرنے کے لیے راہنمائے عرب و عجم کی خدمتِ اقدس میں وفود بھیجے۔ علاوہ ازیں ملک کے مختلف حصّوں سے ملاقاتی آتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم

سے نیض یاب ہوکر واپس لوٹتے۔ واپسی میں جہاں کہیں قیام کرتے اسلام کے نورِ ہدایت کو عام کرتے جاتے۔

قریشِ مکہ اسلام کی روز افزوں مقبولیت و ترقی سے پیچ و تاب کھاتے اور غیظ و غضب سے اپنے ہاتھ کاٹتے لیکن کچھ کر نہ پاتے۔ آخرکار انہوں نے مدینۃ النبی پر پے درپے حملے شروع کر دیئے۔ لہٰذا پیغمبرِ اسلام ؐ بھی دفاعی جنگیں لڑنے پر مجبور ہوگئے۔ دوسری طرف آپ ؐ کو ان ظالموں کے خلاف بھی اعلانِ جہاد کرنا پڑا، جنہوں نے سفارتی آداب کو بالائے طاق رکھتے ہوئے قاصدانِ اسلام کو تہ تیغ کر دیا۔

۱۲۔ ربیع الاوّل ۱۱ھ ہجری مطابق ۶۳۲ء بروز پیر تک آپ ؐ کی تبلیغی سرگرمیاں نقطۂ عروج پر رہیں۔ اس دارِ فانی سے رحلت کرنے سے صرف چند ماہ پیشتر آپ ؐ نے حجۃ الوداع کے موقع پر حاضرین سے سوال کیا:۔

"مسلمانو! قیامت کے دن تم سے میری بابت بھی سوال کیا جائے گا۔ مجھے بتاؤ تم کیا جواب دو گے"؟

ڈیڑھ لاکھ کے لگ بھگ انسانوں نے بیک زبان شہادت دی:۔

"ہم کہیں گے کہ آپ ؐ نے اللہ کے احکام پہنچا دیئے۔ آپ ؐ نے رسالت و نبوت کا حق ادا کر دیا۔"

نبوت کے تیئس ۲۳ سال مسلسل جد و جہد اور پیہم سعی و عمل کی داستان ہے۔ داعیِ اسلام روزِ اوّل سے دمِ آخر تک اپنے مقصدِ عظیم کی تکمیل کے لیے کوشاں رہے۔ چنانچہ مشہور و معروف مؤرخ ٹی۔ ڈبلیو آرنلڈ کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے:۔

"پیغمبروں کی بعثت کا مقصد جیسا کہ قرآنِ حکیم میں بیان کیا گیا ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا۔ لہٰذا تکمیلِ دین کے بعد کسی اور نبی کی دنیا میں آنے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ آپؐ نے تمام کائنات کو سعادت و فلاح اور رشد و ہدایت کے حصول کے لئے ہر قسم کی رہنمائی بالتفصیل مہیا فرما دی۔"

تکمیلِ دین اور تمام کائنات کے لئے پیغمبر کا مبعوث ہونا ختمِ نبوت پر دلالت کرتا ہے۔ اتمامِ ہدایت و رہنمائی کے بعد مزید کسی بھی پیغمبر کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ لہٰذا ارشادِ ربانی ہے:

"اور آج ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔" (القرآن: سورۃ المائدہ: آیت ۳)

یہ آیتِ مبارکہ حجۃ الوداع کے دن نازل ہوئی۔ دراصل تاریخِ عالم میں یہی وہ پہلا دن تھا جس روز شریعت کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا گیا۔ اسی لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کی بشارت آپؐ سے قبل تمام انبیاءِ کرام اپنی اُمتوں کو سناتے رہے۔ آئندہ ابواب میں ان کی صرف چند اہم پیش گوئیاں ناظرین کی خدمت میں پیش کی گئی ہیں۔

حضرت اسمٰعیلؑ اور اُن کی اولاد کے حق میں دُعائے خلیلؑ

بائیبل میں تحریر ہے :-

"اور ابراہیمؑ نے خدا سے کہا کہ کاش اسمٰعیلؑ ہی تیرے حضور جیتا رہے"

"تب خداوند نے فرمایا کہ بے شک ....

اور اسمٰعیل کے حق میں بھی میں نے تیری دُعا سُنی ۔ دیکھ میں اُسے برکت دُوں گا ۔ اور اسے آبرومند کروں گا ۔ اور اسے بہت بڑھاؤں گا ۔ اور اس سے بارہ سردار پیدا ہوں گے ۔ اور میں اُسے بڑی قوم بناؤں گا" (پیدائش : ۱۷ - ۱۸ - ۲۰)

قرآنِ حکیم میں بھی حضرت ابراہیمؑ کے دُعائیہ کلمات تفصیلاً مذکور ہیں ۔ چنانچہ خلیل اللہؑ اور ان کے صاحبزادے حضرت اسمٰعیلؑ کے ہاتھ خانہ کعبہ کی بُنیادیں چُننے میں مصروف تھے ۔ لیکن زبان پر یہ دُعا جاری تھی :-

"اور اے پروردگار ! اپنے کرم سے ایسا کیجیو ۔ کہ اس بستی کے بسنے والوں میں تیرا ایک رسُول مبعُوث ہو ، جو ان ہی میں سے ہو ۔ وُہ تیرے احکام سے لوگوں کو آگاہ کرے ۔ اور کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور ان کے (دلوں) کو پاک صاف کرے ۔ بےشک تُو غالب اور حکمت والا ہے" (القرآن : سورۃ البقرہ : آیت ۱۲۹)

بائیبل کی پیش گوئیاں

اور خداوند نے ابرہام سے کہا

"اور میں تجھے ایک بڑی قوم بناؤں گا اور برکت دوں گا اور تیرا نام سرفراز کروں گا۔ سو تو باعث برکت ہوا۔ جو تجھے مبارک کہیں ان کو میں برکت دوں گا۔ اور جو تجھ پر لعنت کرے میں اسے لعنت کروں گا اور زمین کے سب قبیلے تیرے وسیلے سے برکت پائیں گے"

(پیدائش ۱۲ : ۲-۳)

"اور خدا نے اس فرشتے کی آواز سنی اور خدا کے فرشتے نے آسمان سے ہاجرہ کو پکارا اور اسے کہا۔ اے ہاجرہ! تجھ کو کیا ہوا مت ڈر کیونکہ خدا نے اس جگہ سے جہاں بچہ پڑا ہے۔ اس کی آواز سن لی ہے۔ اٹھ اور لڑکے کو اٹھا اور اسے اپنے ہاتھ سے سنبھال کیونکہ میں اسے ایک بڑی قوم بناؤں گا"

(پیدائش ۲۱ : ۱۷-۱۸)

مندرجہ بالا پیش گوئیوں کا یہ جملہ کہ "جو تجھے مبارک کہیں میں انہیں برکت دوں گا" بہت اہم ہے۔ اس کی مصداق صرف اُمّتِ مُسلِمہ ہی ہے۔ کیونکہ یہ شرف صرف مسلمانوں کو ہی ہے کہ وہ روزانہ کم از کم پانچ مرتبہ فرض نمازوں میں حضرت ابراہیمؑ پر درود و صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔ ورنہ یہود و نصاریٰ کے ایسے نصیب کہاں وہ تو اپنی عبادات میں کسی ایک جملے کی بھی نشاندہی نہیں کر سکتے جس میں حضرت ابراہیمؑ کیلئے

دعائیہ کلمات کہے جاتے ہوں۔ پیش گوئی کے دوسرے حصے "زمین کے سب قبیلے تیرے وسیلے سے برکت پائیں گے" کا اطلاق بھی مسلمانوں پر ہی ہوتا ہے کیونکہ عیسائیوں کا مذہب تو تبلیغی سرگرمیوں کی اجازت ہی نہیں دیتا۔ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انہیں اپنی قوم تک محدود رکھا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ بنی اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے علاوہ کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔

(متی باب ۱۵ آیت ۲۴)

دوسری طرف غور فرمایئے کہ ہادیٔ برحق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوری کائنات کے لئے سراپا توحید اور امن وسلامتی کا پیغام بن کر آئے۔ جب کہ قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"(اے محمدؐ) کہہ دیجئے! کہ لوگو میں تمہاری طرف خدا کا بھیجا ہوا ہوں اور (یعنی اس کا رسول ہوں)

(سورۃ الاعراف آیت ۱۵۸)

بائبل کی مندرجہ بالا پیش گوئیوں سے اظہر من الشمس ہے کہ حضرت ہاجرہ کے توسط سے ایک عظیم قوم معرض وجود میں آئے گی جسے اللہ تعالیٰ برکتوں سے نوازے گا جو حضرت ابراہیمؑ کے لئے سلامتی اور نزول رحمت کی دعائیں مانگے گی بائبل کے ایک مشہور و معروف مبصر ڈی لو کے مطابق حضرت ہاجرہ سے کیا گیا یہ وعدہ، سرزمین حجاز میں پورا ہوا۔ (ڈی لو کا بائیبل پر تبصرہ صفحہ ۲۵)

تاریخ شاہد ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد کے لئے تو اس وقت

دعا کی تھی جب حضرت اسحاق کی ابھی ولادت بھی نہیں ہوئی تھی ۔ بے شک اسی قسم کی دعا حضرت اسحاق کے لئے بھی باپ کے دل سے نکلی ہوگی ۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد کو بھی نبوت و بادشاہت سے نوازا لیکن بعد میں آنے والی نسلیں اپنی نافرمانی کے باعث قہرِ خداوندی کا شکار ہوئیں اور انعاماتِ الٰہی سے محروم ٹھہریں ۔ اس سلسلے میں بائبل کے اقتباسات ملاحظہ فرمائیں :-

"یوں وہ میرے لوگوں کو حقیر جانتے ہیں کہ گویا اُن کے نزدیک وہ قوم ہی نہیں رہے"۔

(عہدنامہ عتیق یرمیاہ باب ۳۳ : آیت ۲۴)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی خدائی فیصلے کی تصدیق کرتے ہوئے فرمایا تھا :-

"اسی لئے مَیں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہی تم سے لے لی جائے گی ۔ اور اس قوم کو جو اُس کے پھل لائے دے دی جائے گی"۔

(متی باب ۲۱ جز ۴۳)

حضرت اسحٰق کی نسل پر عتابِ خداوندی کی ایسی ہی شہادت زرتشتی صحیفے میں بھی ملتی ہے :-

"تازیوں یعنی عربوں میں ایک ایسا شخص پیدا ہوگا جس کے معتقد تخت و تاج کو اُلٹ دیں گے ۔ حکومت اور مروجہ مذاہب کی بنیادیں ہلا کر رکھ دیں گے ۔ بُت خانوں اور آتشکدوں کی جگہ آباد (ابراہیم) کا گھر لے لیگا جس کی طرف رُخ کرکے عبادت کی جائے گی"۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مُژدہ

بائیبل کی کتاب استثنا میں پیغمبر اسلام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے متعلق بنی اسرائیل کے جلیل القدر پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قوم کے نام مژدہ ملاحظہ فرمائیے :-

"اور خداوند نے موسیٰ سے کہا میں اُن کیلئے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالونگا اور جو کچھ میں اسے حکم دونگا وہی وہ ان سے کہے گا۔"

(استثنا۔ باب ١٨۔ جزو ١٨)

مندرجہ بالا عبارت سے واضح ہے کہ اس پیش گوئی میں جس پیغمبر کا ذکر کیا گیا ہے وہ حضرت اسحاق کی نسل سے نہیں بلکہ ان کے بھائیوں میں سے ہوگا۔ حضرت اسحاق کے بیٹے حضرت یعقوبؑ کو اللہ تعالیٰ نے اسرائیل کا لقب دیا۔ لہذا ان کی اولاد بنی اسرائیل کہلائی اور حضرت اسمٰعیل کی اولاد بنی اسمٰعیل کہلائی۔ اسی لئے دونوں بھائیوں کی اولاد کو بھائیوں کی اولاد کہہ کر پکارا گیا ہے۔

حضرت اسمٰعیل کی اولاد میں سے صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوّت کے بلند درجہ پر فائز کیا گیا اور قرآن حکیم کی صورت میں قانون الٰہی اور رشد وہدایت سے نوازا گیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند آپ نے عائلی زندگی بھی بسر کی نیز ازواج مطہرات کے علاوہ اپنی اولاد اور دیگر خاندانی رشتوں کی ذمہ داریوں کو بھی نبھایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس

کا مصداق ٹھہرانا حقائق کو جھٹلانے کے مترادف ہے کیونکہ وہ کوئی نئی شریعت لے کر نہیں آئے تھے بلکہ محض حضرت موسیٰؑ کی شریعت کے تابع تھے علاوہ ازیں انہوں نے کبھی آخر وقت تک تجرد ہی کی زندگی بسر کی یعنی شادی نہ کی۔ نیز وہ حضرت اسحاقؑ کی نسل سے تھے نہ کہ ان کے بھائی حضرت اسمٰعیلؑ کی نسل سے۔ اس سلسلہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ایک اور پیش گوئی ملاحظہ فرمائیے:۔

"اور مرد خدا موسیٰ نے جو دعائے خیر دے کر اپنی وفات سے پہلے بنی اسرائیل کو برکت دی وہ یہ ہے:"

"خداوند سینا سے آیا اور سعیر سے ان پر آشکار ہوا وہ کوہ پاران سے جلوہ گر ہوا اور دس ہزار قدسیوں میں سے آیا اس کے دہنے ہاتھ پر ان کے لئے آتشی شریعت تھی وہ بے شک قوموں سے محبت رکھتا ہے:"

(استثنا ۳۳ : ۱-۲)

دراصل فاران عربی کا لفظ ہے۔ چونکہ عربی حروف میں پ کی آواز میں ظاہر کرنے کے لئے کوئی حرف موجود نہیں لہٰذا عرب لوگ اس کی بجائے ب یا ف کا استعمال کرتے ہیں۔ فاران کے معنی دو پناہ گزینوں کے ہیں۔ حکم خداوندی کے تحت حضرت اسمٰعیلؑ اور ان کی والدہ کو ایک بے آب و گیاہ مقام پر تنہا چھوڑ دیا گیا۔ لہٰذا اس نسبت سے اسے وادی فاران کہا جانے لگا۔ جلد ہی یہ مقام آباد ہو گیا اور مکہ کے نام سے مشہور ہوا۔ بعد میں اسے بیت الحرام یعنی امن و سلامتی کی جگہ کہا جانے لگا۔ لہٰذا بائیبل میں یشوع کے زیر عنوان باب ۱۰۲ کے ستائیسویں جملے میں بیت حارم کا جو ذکر ہے وہ اسی مکہ یعنی بیت الحرام کا ہے

فتح مکہ کے تاریخی دن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دس ہزار صحابیوں کے ہمراہ مکہ میں داخل ہوئے۔ یہ تمام قدسی صفت صحابی حضور کے سچے جانثار تھے۔ لہٰذا

بائیبل میں انہیں قدوسیوں کا لقب عطا کیا گیا ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ یہ جلیل القدر صحابی احکام خداوندی کی طاعت بجالاتے ہوئے خدائے بزرگ و برتر کی حمد و ثنا کے نغمے الاپتے ہوئے اور اللہ اکبر کی صدائیں بلند کرتے ہوئے مکہ کے مقدس شہر میں داخل ہوئے۔ اس طرح فاتح مکہ پیغمبر الٰہی۔ داعی اسلام وادی فاران سے نمودار ہوئے۔ دنیا محو حیرت ہو گئی۔ آپ کا لایا ہوا قانون بلا امتیاز مال و دولت۔ رنگ و نسل امیر و غریب اور کالے گورے سب پہ حاوی ہے۔ اس کی زد سے کوئی شخص اپنے اثر و رسوخ کے سبب بچ نہیں سکتا اسی لئے عیسائیوں کی کتاب استثنا باب ۳۳ کے پہلے اور دوسرے جملے میں اسے آتشی شریعت کا نام دیا گیا ہے۔ جو ہر مجرم کو جلا کر راکھ کر دیتا ہے۔

رَدّ کیا گیا پتھّر

بائیبل کی ترجمہ کے مطابق سارہ کے مطالبے پر ابراہیمؑ نے ہاجرہ (یعنی ہیثر) اور اس کے بیٹے اسمٰعیل کو جلاوطن کر دیا۔ انہیں کچھ روٹی اور پانی کی مشک دی اور وہ بیر سبع کے بیابان میں تنہا پھرنے لگی۔

(پیدائش۔ باب ۲۱۔ جزو ۱۰ تا ۴۰)

حضرت داؤد علیہ السلام کی پیش گوئی بھی بائیبل کے باب نغمات داؤد میں درج ہے :۔

"جس پتھر کو معماروں نے رد کیا وہی کونے کے سرے کا پتھر ہو گیا یہ خداوند کی طرف سے ہوا۔ اور ہماری نظر میں عجیب ہے"

"مبارک ہے وہ جو خداوند کے نام سے آتا ہے۔ ہم نے تم کو خداوند کے گھر سے دعا دی ہے"۔

(زبور۔ باب ۱۱۹۔ جزو ۲۲، ۲۳، ۲۶)

ہاجرہ کے معنی پتھر کے ہیں۔ لہذا لفظ پتھر حضرت ہاجرہ کی طرف اشارہ ہے توراتی روایت کے مطابق حضرت سارہ نے انہیں گھر سے نکلوا دیا تھا۔ پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حضرت ہاجرہ کی اولاد سے تھے۔ اسی لئے تو حضرت داؤدؑ نے ان معزز خاتون کا ذکر کرتے ہوئے یہ فرمایا۔ کہ رد کیا گیا پتھر کونے کے سرے کا پتھر بن گیا اور حقیقت بھی یہی ہے کہ دینِ الٰہی اپنی اکمل ترین صورت میں خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر ہی نازل کیا گیا اور آپ ہی کو پوری کائنات کے لئے پیغمبر رشد و ہدایت بننے کا شرف حاصل ہوا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا محبوب

رومن رسم الخط میں تحریر عبرانی زبان کی بائیبل میں رہنمائے عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق حضرت سلیمان کی پیش گوئی ان الفاظ میں ثبت ہے۔

ہیکوُ ممیتاقیم کیکلوُ محمدؐ م

زہ رددی زہ رعی

ہینیوٹ یاروشلم

وہ عظیم محمدؐ ہیں۔ وہ میرے محبوب ہیں میری جان ہیں۔

(مستبیحات سلیمان ۵ : ۱۲)

اردو بائیبل میں اس کا منہ ازبس شیریں ہے۔ ہاں وہ سراپا عشق انگیز (LOVELY) ہے۔ اے یروشلم کی بیٹیو یہ ہے میرا محبوب یہ ہے میرا پیارا۔ (ترجمہ کیا گیا ہے)

یہاں یہ امر قابل توجہ ہے کہ مترجمین نے بددیانتی سے کام لیتے ہوئے کیکلو محمد م کا ترجمہ اور عشق انگیز (LOVELY) کیا ہے۔ حالانکہ IM کے لاحقے کے باعث اس کا ترجمہ عظیم محمدؐ ہونا چاہیئے تھا۔ اور اسی باب میں یہ الفاظ بھی قابل غور ہیں:۔

"میرا محبوب سرخ وسفید ہے۔ وہ دس ہزار میں ممتاز ہے"

کون نہیں جانتا فتح مکہ کے وقت ہادیٔ برحق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی اپنے دس ہزار صحابیوں میں حسین اور ممتاز ترین شخصیت تھے۔ نیز اس پیش گوئی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک محمدؐ ظاہر کرتا ہے کہ موسوی سلسلہ کے عالی مرتبت پیغمبر اور عظیم حکمران حضرت سلیمانؑ

نے یہ الفاظ آپ ہی کے متعلق فرمائے تھے۔

ناظرین کرام! ساری بائبل کھنگال لیے اس کے ایک ایک جملے کا مطالعہ کیجئے آپ کو کوئی ایک پیش گوئی بھی ایسی نظر نہیں آئے گی جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام کا ذکر کیا گیا ہو دنیا جانتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہی سرخ و سفید رنگ سے نوازا ہوا تھا۔ اور آپ ہی نے فتح مکہ کے وقت دس ہزار صحابیوں کی موجودگی میں سپہ سالار کی اہم حیثیت سے پیشقدمی کی تھی۔ تاریخ عالم کی ورق گردانی کیجئے حضرت سلیمان علیہ السلام کی پیش گوئی کے مصداق سرخ و سفید رنگت اور دس ہزار میں ممتاز دونوں اوصاف کی حامل شخصیت پیغمبر اسلام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ صفحۂ ہستی پر آپ کو کوئی دوسری شخصیت نہیں ملے گی لہٰذا حضرت سلیمان علیہ السلام نے لفظ محمدام آپ ہی کی ذاتِ قدسی کے لئے استعمال فرمایا ہے۔

حضرت یسعیاہ علیہ السلام کی پیشگوئی
عرب کی بابت بارِ نبوت

اے دوانیوں کے قافلو! تم عرب کے جنگل میں رات کاٹو گے۔ وہ پیاسے کے پاس پانی لائے۔ تیما کی سرزمین کے باشندے روٹی لے کر بھاگنے والے سے ملنے کو نکلے۔ کیونکہ وہ تلواروں کے سامنے سے ننگی تلوار سے اور کھینچی ہوئی کمان سے اور جنگ کی شدت سے بھاگے ہیں۔ کیونکہ خداوند نے مجھ سے یوں فرمایا کہ مزدور کے برسوں کے مطابق ایک برس کے اندر اندر قیدار کی حشمت جاتی رہے گی۔ اور تیر اندازوں کی تعداد کا بقیہ یعنی بنی قیدار کے بہادر تھوڑے سے ہونگے۔ کیونکہ خداوند اسرائیل کے خدا نے یوں فرمایا ہے۔

(۲۱۔ یسعیاہ باب ۲۱۔ جملہ ۱۳ تا ۱۷)

بائبل کی مندرجہ بالا پیش گوئی میں عرب ملک کا تذکرہ واضح الفاظ میں موجود ہے۔ نیز حضور کی ہجرت کا ذکر بھی غیر مبہم الفاظ میں مندرج ہے اسی لئے عنوان بھی عرب کی بابت بارِ نبوت قائم کیا گیا ہے۔ گویا یہ امر روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ عرب کی سرزمین ہی کو مذہبی انقلاب کا سرچشمہ بننا مقدر تھا۔

حضرت اسماعیل کے ایک بیٹے کا نام تیما تھا جس کی اولاد نے مدینہ منورہ اور حجاز مقدس کے شمالی علاقوں میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ تیما کے معنی بائیں ہاتھ کی طرف جنوب والوں کی سرزمین کے ہیں۔ لہذا اس پیش گوئی کے مطابق اہلِ مدینہ (اہلِ تیما)

کو ہجرت کرنے والوں کے لئے روٹی اور پانی مہیا کرنے کا حکم دیا گیا۔ تاریخ عالم کے اوراق کسی بھی پیغمبر سے متعلق ایسا واقعہ پیش کرنے سے قاصر ہیں جس میں اس کا سرزمین تیما کی طرف ہجرت کرنے کا ذکر ہو اور جس کا اہلِ تیما نے اتنے پرجوش طریقہ سے استقبال کیا ہو

حضرت اسماعیلؑ کے بیٹے قیدار کی اولاد حجاز کے جنوبی حصے میں آباد ہوئی تھی۔ انہوں نے اہلِ مدینہ کے برعکس سرورِ کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شدید مخالفت کرتے ہوئے ظلم و شقاوت کی راہ اختیار کی۔ مندرجہ بالا پیش گوئی سے یہ بھی واضح ہے کہ ہجرت سے ایک سال بعد مؤخر الذکر کی شان و شوکت، جاہ و حشمت تباہ و برباد ہو جائے گی۔ لہٰذا یہ پیش گوئی حرف بحرف درست ثابت ہوئی۔

کیونکہ ہجرت کے صرف ایک سال بعد خاتم النبیینؐ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لڑی گئی مشہور جنگِ بدر میں بنی قیدار کا جاہ و حشم تباہ و برباد ہو گیا۔ اس کے تیر اندازوں کی شہرت خاک میں مل گئی۔ اور اس کے جانباز بہادر بے سروسامان مسلمانوں کے ہاتھوں تائیدِ ایزدی سے تہ تیغ ہوئے۔ انہی مقدس پیغمبر یسعیاہؑ کی ایک اور پیش گوئی میں ہادیٔ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے اہم واقعۂ ہجرت کا صراحت سے ذکر موجود ہے۔ مثلاً

"بیابان اور اس کی بستیاں قیدار کے آباد گاؤں اپنی آواز بلند کریں گے۔ سلع کے بسنے والے گیت گائیں گے۔ پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے للکاریں گے۔ وہ خداوند کا جلال ظاہر کریں گے اور جزیروں میں اس کی ثنا خوانی کریں گے۔ خداوند بہادر کی مانند نکلے گا۔ وہ جنگی مرد کی مانند اپنی غیرت دکھائے گا۔ وہ نعرہ مارے گا۔ ہاں وہ للکارے گا۔ وہ اپنے دشمنوں پر غالب آئے گا"

(یسعیاہ۔ باب ۴۲۔ جملہ ۱۱۔۱۳)

خود بائبل میں پیدائش کے عنوان کے تحت قیدار، حضرت اسماعیلؑ کے دوسرے بیٹے کا نام بتایا گیا ہے

(پیدائش باب ۲۵ جملہ ۱۳)

تاریخ کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ ان ہی کے نام پر وہ خطۂ سرزمین قیدار کے نام سے مشہور ہوا جہاں انہوں نے بودوباش اختیار کی۔ بعد میں اسے فاران (دو مہاجروں کا مسکن) کہا جانے لگا۔ اسی جگہ سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا نعرہ بلند ہوا۔ اور پھر پیغمبرِ اسلام کی ہجرت اور مدینہ منورہ میں داخلہ کے موقع پر اہلِ مدینہ نے انتہائی مسرت و شادمانی کا اظہار کرتے ہوئے شہر سے چند میل دور سے سلع نامی پہاڑی پر (جو کہ مدینہ منورہ میں ہے) چڑھ کر آپ ؐ کا استقبال کیا اور آپ ؐ کی تعریف میں پُرکیف نغمے الاپے۔

ننھی ننھی معصوم بچیوں نے طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا (ہم پر چودھویں رات کا چاند طلوع ہوا ہے) کے گیت گائے۔ فضا اھلاً و سھلاً و مرحبا کی صداؤں سے گونج اٹھی اور اس طرح یہ حیرت انگیز پیش گوئی لفظ بہ لفظ پوری ہوئی۔ حضرت یسعیاہ علیہ السلام نے تو یہ بھی فرمادیا کہ آنے والا بظاہر ناخواندہ ہوگا

"اور پھر وہ کتاب کسی ناخواندہ کو دیں اور کہیں اس کو پڑھ، اور وہ کہے میں تو پڑھنا نہیں جانتا"

(یسعیاہ ۲۹: ۱۲)

کیا غارِ حرا میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ بعینہٖ یہی واقعہ پیش نہیں آیا؟ کیا آپ ؐ ہی کو اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ (پڑھ اپنے رب کا نام لے کر جس نے پیدا کیا) کی پہلی وحی سے خطاب نہیں کیا گیا؟ کیا آپ ؐ کا جواب یہ نہیں تھا کہ میں تو اُمّی (ناخواندہ) ہوں کیسے پڑھوں؟ ایک معمولی فہم کا انسان بھی ان پیش گوئیوں کی روشنی میں حضور ؐ کی صداقت پر ایمان لانے میں تامل نہیں کرسکتا۔

حضرت یرمیاہ علیہ السلام کی گواہی

بائبل میں حضرت یرمیاہ علیہ السلام کی پیش گوئیاں مندرجہ ذیل الفاظ میں تحریر ہیں

"اس لئے خداوند فرماتا ہے۔ میں پھر تم سے جھگڑوں گا اور تمہارے بیٹوں کے بیٹوں سے جھگڑا کروں گا کیونکہ پار گزر کر کیتم کے جزیروں میں دیکھو کہ ایسی بات کہیں ہوئی ہے کیا کسی قوم نے اپنے معبودوں کو حالانکہ وہ خدا نہیں بدل ڈالا۔ خداوند فرماتا ہے اے آسمانو! اس سے حیران ہو۔ شدت سے تھرتھراؤ اور بالکل ویران ہو جاؤ"

(یرمیاہ ۲: ۹-۱۲)

"پہاڑوں کی طرف اپنی آنکھیں اٹھا اور دیکھ کونسی جگہ ہے جہاں تو نے بدکاری نہیں کی۔ تو راہوں میں ان کے لئے اس طرح بیٹھی جس طرح بیابان میں عرب، تو نے اپنی بدکاری اور شرارت سے زمین کو ناپاک کیا"

(یرمیاہ ۳: ۲)

تاریخ گواہ ہے کہ حضرت نوحؑ کے بیٹے یافث کی اولاد سے کیتم نامی قبیلہ وجود میں آیا جو جزیرۃ العرب کے مغربی حصے میں آباد ہوا۔ حضرت اسمٰعیلؑ کے بیٹے قیدار کی اولاد نے اپنی سکونت کے لئے مشرقی حصے کو پسند کیا تھا۔ چنانچہ مندرجہ بالا پیش گوئیوں میں یرمیاہ نبیؑ اپنی قوم کو تنبیہہ کرتے ہیں کہ عرب کے بت پرست ہلاک ہونگے اور بت پرستی کی جگہ ایک ایسا مذہب لے گا جو خدائے واحد کی پرستش کا داعی ہوگا۔ یہ امر واضح ہے کہ اس پیش گوئی کا اطلاق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہوتا ہے جنہوں نے فتح مکہ کے وقت ۳۶۰ بتوں کو پاش پاش کیا اور ... کہ

کو بت پرستی کی آلودگیوں سے ہمیشہ کے لئے پاک کر دیا۔ آپؐ ہی کی ذات اقدس کے باعث سرزمینِ عرب میں اسلام کا نور چمکا، آپؐ ہی کی محنت و ہمت، صبر و استقامت کے سبب جاہل اور علم و دانش سے بے بہرہ عربوں کی زندگی میں عظیم انقلاب برپا ہوا۔ ان میں نیکی دامانت کا شعور بیدار ہوا اور بات بات پر ایک دوسرے کا خون بہانے والے حقوقِ انسانی کا ابدی منشور ہاتھ میں تھامے امن و سلامتی کے علم بردار بن کر کرۂ ارض کے کونے کونے میں پھیل گئے۔ بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے والے حقوقِ نسواں کے سب سے بڑے پاسبان بن کر ابھرے۔

یرمیاہؑ نبی کی ایک اور پیش گوئی ملاحظہ فرمائیے:-

"اے اسرائیل کے گھرانے! دیکھ میں ایک قوم کو دور سے تجھ پر چڑھا لاؤں گا۔ خداوند فرماتا ہے وہ زبردست قوم ہے، وہ قدیم قوم ہے۔ وہ ایسی قوم ہے جس کی زبان تو نہیں جانتا اور ان کی بات کو تو نہیں سمجھتا۔ ان کے ترکش کھلی قبریں ہیں وہ سب بہادر مرد ہیں"۔

(یرمیاہ باب ۵ ۱۵-۱۶)

مسلمانوں کے ہاتھوں کنعان کی فتح پر یہ پیش گوئی بھی پوری ہو گئی۔ عرب ایک قدیم قوم تھی اور فنِ تیر اندازی کی ماہر۔ اس کا ہر فرد جرأت و بہادری اور شجاعت و دلیری کی علامت سمجھا جاتا تھا۔

حضرت دانیال علیہ السّلام کا رؤیا!

"میں نے رات کو رؤیا میں دیکھا اور کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص آدم زاد کی مانند آسمان کے بادلوں کے ساتھ آیا اور قدیم الایام تک پہنچا۔ وہ اسے اس کے حضور لائے اور سلطنت اور حشمت اسے دی گئی تاکہ سب لوگ اور امتیں اور اہلِ لغت اس کی خدمت گزاری کریں۔ اس کی سلطنت ابدی سلطنت ہے جو جاتی نہ رہے گی اور اسکی مملکت لازوال ہوگی" دانیال باب ۷، جملہ ۱۳-۱۴

لیکن حق تعالیٰ کے مقدس لوگ سلطنت لے لیں گے اور ابد تک ہاں ابدالآباد تک اس سلطنت کے مالک رہیں گے دانیال باب ۷، آیت ۱۸

حضرت دانیال علیہ السّلام کی اس پیش گوئی میں ظہورِ اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی بشارت واضح الفاظ میں موجود ہے۔ اس میں آدم زاد کے آسمانی سفر یعنی معراج النبیؐ کی طرف اشارہ ہے۔ رسالت مآب ہی کو اپنی زندگی میں آسمانوں کی سیر کرائی گئی تھی اور آپؐ ہی کو اس مبارک سفر کے دوران اللہ تعالیٰ کے قرب کا شرف حاصل ہوا تھا۔ آپؐ ہی کے پیروکار دنیا کے تمام ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ تمام ملل واقوام میں سرفروشانِ مصطفےٰؐ موجود ہیں۔ اور ہر زبان بولنے والوں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھنے والے اپنے شرف پر نازاں ہیں۔ گویا آپؐ کی سلطنت اکنافِ عالم میں پھیلی ہوئی ہے جو تاقیامت قائم ودائم رہے گی۔

"اور (اے محمدؐ) ہم نے تم کو تمام لوگوں کے لئے خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے" القرآن سورۃ سبا۔ آیت ۲۸

(اے محمدؐ) کہہ دو کہ لوگو میں تم سب کی طرف خدا کا بھیجا ہوا ہوں۔ یعنی اس کا رسول ہوں۔ القرآن سورۃ الاعراف آیت ۱۵۸

بائبل میں بھی اس امر کی تصریح موجود ہے کہ اس سلطنت کا انتظام دس ہزار قدوسیوں کے ہاتھ میں ہوگا۔ تاریخ شاہد ہے کہ فتح مکہ کے وقت دس ہزار پاکباز ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جلو میں تھے۔ آپؐ کی سلطنت کو ابدی سلطنت کہا گیا ہے۔ یہاں سلطنت سے مراد نبوت ہے۔ دینِ اسلام اپنی اکمل ترین صورت میں آپؐ کے توسط سے دنیا میں پہنچا۔ آپؐ پر آخری آسمانی کتاب نازل ہوئی۔ لہٰذا آپؐ دنیا میں اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔ اسی لئے آپؐ کی سلطنت یعنی نبوت کو ابدی کہہ کر پکارا گیا ہے۔

اس پیش گوئی میں پانچ امور قابلِ غور ہیں۔

۱۔ اس کا تعلق آدم زاد سے ہے۔ جس طرح ابوالبشر حضرت آدمؑ کی تخلیق زن و مرد کے توسط کے بغیر محض قدرتِ خداوندی سے وجود میں آئی تھی اسی طرح حضرت عیسٰی علیہ السلام کسی مرد کی اولاد نہیں تھے لیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے والدِ ماجد کا اسمِ مبارک عبداللہ تھا۔

۲۔ جس ہستی کے متعلق پیش گوئی کی گئی ہے اس کا آسمانوں پر پہنچنا اور اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیا جانا تحریر ہے۔ ظاہر ہے یہ واقعہ داعیٔ اسلام کو ہی معراج النبی کی صورت میں پیش آیا تھا۔ جب آپؐ کو آسمانوں کی سیر کرائی گئی اور اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیا گیا۔ خود بائبل کے اوراق شاہد ہیں کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو اپنی تمام دنیوی زندگی میں نہ تو کبھی آسمانوں پر جانے کا موقع ملا اور نہ ہی انہیں اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

اسے سلطنت اور حشمت اور مملکت دی گئی تاکہ سب لوگ اور امتیں اور اہلِ لغت اس کی خدمت گزاری کریں"۔

تاریخ گواہ ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام کو تو ایک انچ زمین پر بھی کبھی حکومت کرنا نصیب نہ ہوا۔ ان کی زندگی میں صرف بارہ اشخاص ان کے پیغام پر ایمان لائے ان میں سے بھی یہودہ نامی حواری نے تو چند پیسے لے کر نبی کی جاسوسی کر کے انہیں دشمنوں کے ہاتھوں گرفتار کروا دیا اور یوں غداری کا مرتکب ہوا۔ دوسری طرف داعیٔ اسلام حضرت محمدؐ کی حیاتِ طیبہ کا مطالعہ فرمائیے۔ آپ کا سا جاہ وجلال، عظمت وحشمت دنیا کے کسی بڑے سے بڑے فرمانروا کو آج تک نصیب نہ ہو سکی۔ تشنگانِ محبت آپؐ کی ایک جھلک دیکھنے کیلئے جوق در جوق حاضر ہوتے۔ آشنائے شوق آپؐ کے اشارۂ ابرو پر کٹ مرنے کو تیار رہتے۔

آپ کی حیاتِ طیبہ کے دوران ہی دس لاکھ مربع میل پر مشتمل علاقہ آپؐ کے زیرِ نگیں ہو چکا تھا۔ اور اب عرفات کے میدان میں چلئے۔

آخری حج کا موقع ہے۔ انسانوں کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ ایک لاکھ چوالیس ہزار عقیدت مند گردنیں جھکائے حاضر ہیں۔ جو کبھی سرکش تھے آج پیکرِ عجز وانکسار ہیں۔ جو کبھی جان لینے پر تلے ہوئے تھے آج جان نثار کرنے کو اپنے لئے بڑی سعادت سمجھ رہے ہیں۔ رحمتِ عالم نے جبلِ رحمت کے قریب (واقعہ میدانِ عرفات) تاریخی خطبہ دیا جو حقوقِ انسانیت کا مکمل ترین منشور ہے۔ جس کا ایک ایک حرف آج بھی اور ہمیشہ کے لئے انسانیت کا رہنما رہے گا۔ جس کی نظیر آج تک اقوامِ عالم کے تمام عظیم قانون دان مل کر بھی پیش نہ کر سکے۔

آپؐ کی حیاتِ طیبہ کے دوران ہی لاکھوں عربی وعجمی دائرہ اسلام میں آ چکے تھے۔ علاوہ ازیں آپؐ کی روحانی سلطنت کی وسعتیں بھی لامحدود تھیں۔ اس لحاظ سے آپؐ کی عظمت ورفعت

منتہائے کمال تک پہنچی ہوئی تھی۔ خود خالقِ کائنات نے آپ پر بعض رازہائے کائنات آشکار کرنے کے لئے آپؐ کو جسمانی طور پر اپنے پاس بلایا۔ یہ وہ اعزاز ہے جو کسی اور پیغمبر کا مقدر نہ بن سکا ہے۔ ''اس کی سلطنت ابدی ہے'' سرورِ کونینؐ کو عرب میں دی گئی ارضی سلطنت آج بھی صفحۂ ہستی پر ملتِ اسلامیہ کے مرکز کی حیثیت سے موجود ہے اور انشاء اللہ تا قیامت قائم رہے گی لیکن آپؐ کی روحانی عظمت نے تو دنیا بھر کو اپنے دائرے میں لے رکھا ہے کرۂ ارض کے ہر علاقے میں اسلام کی اقبال مندی اور عظمت و شوکت کے شاہکار مسجدوں کی صورت میں موجود ہیں اور ہر مسجد میں رسالت مآبؐ کا نامِ مبارک لاؤڈ سپیکروں پر روزانہ پانچ دفعہ باآواز بلند پکارا جاتا ہے۔ گھنے جنگلوں میں، وسیع میدانوں میں، تپتے ہوئے ریگستانوں میں، بلند و بالا پہاڑوں کی چوٹیوں پر، تنگ و تاریک گھاٹیوں میں، عمیق سمندروں میں، جہاں کہیں بھی وقتِ نماز آتا ہے۔ اللہ اکبر کی روح پرور صدا بلند ہوتی ہے۔ اور اسی لئے علامہ اقبال علیہ الرحمۃ نے فرمایا :-

؎ اہلِ عالم یہی نظارہ ابد تک دیکھیں
رتبہ تیرا وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ دیکھیں!

اور اس طرح سرورِ کونینؐ کی رسالت کی شہادت دی جاتی ہے۔ آپؐ کا مقدس نام تمام کائنات میں دن رات گونجتا رہتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں کیا عیسائی دنیا کسی ایک جگہ کی بھی نشان دہی کر سکتی ہے جہاں گرجا گھروں اور خانقاہوں سے باہر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام باآواز بلند پکارا جاتا ہو۔ علاوہ ازیں کروڑوں انسان دن رات سرورِ کائنات محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و صلوٰۃ بھیجتے ہیں اور یہ مسلسل عمل تا قیامت جاری رہے گا۔ دوسری طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معتقدوں کو تو ان کا

نام احترام سے لینے کی بھی توفیق نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ مسلمان ہی ہیں جو ان کے نام کے ساتھ بھی علیہ السلام کے الفاظ استعمال کرتے ہیں ورنہ عیسائی تو یسوع مسیح کہنے پر ہی اکتفا کر لیتے ہیں نیز عیسائیوں اور یہودیوں کے ہاتھوں دوسرے پیغمبروں کی بھی جو عصمت و عظمت مجروح ہوتی ہے وہ بائیبل کا مطالعہ کرنے والے خوب جانتے ہیں۔ ان کی عصمت کی بحالی اسلام اور پیغمبرِ اسلام ہی کی مرہونِ منّت ہے۔

۵۔ آخر میں یہ پیش گوئی کی گئی ہے کہ "حق تعالیٰ کے مقدس لوگ سلطنت لے لیں گے اور ابد تک ہاں ابد الآباد تک اس سلطنت کے مالک رہیں گے"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد آپؐ کے جاں نثار صحابیوں نے جو اتقا اور پرہیز گاری میں بے مثل تھے آپؐ کے مشن کو جاری رکھا اور اللہ تعالیٰ کا پیغام دنیا کے کونے کونے میں پہنچانے سے دریغ نہیں کیا۔ ان کے ہاتھوں بہت سی سلطنتوں کی بنیاد رکھی جن میں اسلامی قانون نافذ کیا گیا اور آج بھی روئے زمین پر بہت سے ممالک موجود ہیں جہاں اسلامی قانون کی حکمرانی ہے۔ علاوہ ازیں اسلام کے روحانیت کے سرچشمے محراب و منبر آج بھی بھٹکی ہوئی دنیا کو زندگی کی تمام راہوں اور عظمت و سربلندی کے راستوں سے روشناس کر رہے ہیں۔

آج بھی ان کے بلند و بالا مینار گمراہوں کو درسِ توحید دے رہے ہیں۔ آج بھی لادین و ملحد تعلیماتِ محمدی کے نور کی ضو پاشیوں سے عالمِ دین اور پیشوا بن جاتے ہیں اور راہزن رہبر بن جاتے ہیں۔ اسلام کا فیض ہر دور میں دنیا کو حیرت زدہ کرتا رہے گا۔ کیا تثلیثی دنیا کوئی ایک نظیر بھی ایسی پیش کر سکتی ہے جو یہ ظاہر کرے کہ حضرت عیسیٰؑ نے شریعتِ موسوی کو دنیا کے کسی علاقے میں نافذ کیا ہو؟

لہٰذا یہ اظہر من الشمس ہے کہ حضرت دانیال علیہ السلام نے مندرجہ بالا الفاظ داعی اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہی بطور پیش گوئی فرمائے تھے۔

قرآن حمید میں فرمان الٰہی ہے:۔

"اور (اے محمدؐ!) ہم نے تم کو تمام جہان کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔"

(القرآن: سورۃ ۲۱: آیت ۱۰۷)

حضرت حبقوق علیہ السلام کی شہادت

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام متعلق بائبل کی ایک اور شہادت ملاحظہ فرمایئے پیغمبرِ خدا حضرت حبقوق علیہ السلام نے پیش گوئی کی کہ :-

"خدا تیمان سے آیا اور قدوس کوہِ فاران سے"

جیسا کہ پہلے مذکور ہے کہ تیمان یا تیما حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے ایک بیٹے کا نام تھا جس کی اولاد نے شمالی حجاز میں مدینہ کے مضافات کو اپنا مسکن بنا لیا تھا۔ خدا تیمان سے آیا سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کا رحم وکرم اور استعانت مدینہ کی جانب سے ملی اور قدوس یعنی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور وادیٔ فاران سے ہوا۔

"اس کا جلال آسمان پر چھا گیا اور زمین اس کی حمد سے معمور ہو گئی۔ اس کی جگمگاہٹ نور کی مانند تھی۔ اس کے ہاتھ سے کرنیں نکلتی تھیں اور اس میں اس کی قدرت نہاں تھی وہ اس کے آگے آگے چلتی تھی اور آتشی تیر اس کے قدموں سے نکلتے تھے۔ وہ کھڑا ہوا اور زمین تھرا گئی۔ اس نے نگاہ کی اور قومیں پراگندہ ہو گئیں۔ ازلی پہاڑ پارہ پارہ ہو گئے قدیم ٹیلے جھک گئے۔ اس کی راہیں ازلی ہیں میں نے کوشن کے خیموں کو مصیبت میں دیکھا۔ ملک میں بدیان کے پردے ہل گئے۔" (حبقوق ۳-۲۷)

دنیا نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ کس طرح پیغمبرِ اسلامؐ کی اپنوں اور بیگانوں نے شدید مخالفت کی لیکن حضورؐ کے صبر واستقامت کے سامنے مخالفت ومخاصمت کے پہاڑ پاش پاش ہو کر رہ گئے۔ آپؐ کے قتل کے درپے دشمن خود قتل ہوئے۔ سردارانِ عرب جو اسلام دشمنی میں

پٹھانوں کی مانند ثابت قدم اور نیز متزلزل تھے۔ آخر کار ذلیل و خوار ہوئے اور ان کے علاقے اور قبیلے مسلم عرب کے زیرِ نگین و مطیع ہو کر رہ گئے۔ روئے زمین کے ہر حصے میں آپؐ پر دن رات صلوٰۃ و درود (زمین اسکی حمد سے معمور ہو گئی) بھیجا جاتا ہے۔ کیا کوئی ذی شعور انسان اس سے انکار کر سکتا ہے کہ یہ الفاظ آنحضرتؐ کی ذاتِ اقدس سے متعلق ہی کہے گئے ہیں۔

حضرت ملاکی علیہ السلام کی بشارت

"دیکھو! میں اپنے رسول کو بھیجوں گا اور وہ میرے آگے راہ درست کرے گا اور خداوند جس کے تم طالب ہو ناگہاں اپنی ہیکل میں آموجود ہوگا۔ ہاں عہد کا رسول جس کے تم آرزومند ہو آئے گا۔ رب الافواج فرماتا ہے۔ پر اس کے آنے کے دن کی کس میں تاب ہے اور جب اس کا ظہور ہوگا تو کون کھڑا رہ سکے گا؟ کیونکہ وہ سنار کی آگ اور دھوبی کے صابون کی مانند ہے اور وہ چاندی کو تانے اور پاک صاف کرنے والے کی مانند بیٹھے گا اور بنی لاوی کو سونے اور چاندی کی مانند پاک صاف کرے گا تاکہ وہ راستبازی سے خداوند کے حضور ہدیے گزرانیں"۔

ملاکی باب ۳ جزو ۱، ۲، ۲

ملاکی کی پیش گوئی کے تحت پیغمبرِ اسلام جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے تھے، ہی وہ پیغمبر ہیں جنہوں نے خود زہرہ گداز آزمائشوں میں سے گذر کر بنی نوعِ انسان کو پست ترین ذلت کی دلدل سے نکال کر روحانیت کے اعلیٰ و ارفع مقام تک پہنچایا اور ہر مہیب اور ڈراؤنی شے کو معبود بنانے والے انسان کو خدائے واحد کے حضور جھکنے کے آداب سے رُوشناس کرایا۔ لہٰذا دائرۂ اسلام میں داخل ہونے کے لئے ہر شخص کو کلمۂ طیبہ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا زبان سے اقرار کرنا پڑتا ہے اور دل سے یہ ایمان لانا ہوتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ یہی وہ ہدیۂ عقیدت ہے جو راست بازی سے خدا کے حضور گذارا جاتا ہے۔ بائیبل کے مطالعہ سے ہر ذی شعور کے ذہن میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ ایلیاہ نبیؑ جس پیغمبر کے منتظر تھے وہ یوحنا (یحییٰؑ) بپتسمہ دینے والے تھے اور یسوع بھی موعود مسیح تھے تو آخر وہ کون سے پیغمبر ہیں جن سے متعلق پیغمبروں کی اس کتاب میں واضح الفاظ میں یہ درج ہے کہ وہ اسرائیلیوں کے بھائیوں (اسماعیلیوں) کی اولاد میں سے ہوگا؟

وہ کون سی شخصیت تھی جسے کونے کا پتھر بننے کا شرف حاصل ہونا تھا اور جسے دنیا میں ہمیشہ رہنے والے دینِ توحید کا علمبردار بننا تھا اور حضرت موسیٰؑ کی مانند صاحبِ شریعت نبی ہونا تھا؟

حضرت عیسیٰؑ کی ولادت کے بعد ۵۷۰ سالوں کا طویل عرصہ گزر جاتا ہے۔ اس دوران کوئی نبی مبعوث نہیں ہوتا جس پر مندرجہ بالا تمام پیش گوئیوں کا اطلاق ہو سکے۔ کرۂ ارض جہالت کی کیچڑ میں ڈوب جاتا ہے۔ خالق کائنات کی رحمت جوش میں آتی ہے اور پیغمبرِ آخرالزماں کو مبعوث کیا جاتا ہے۔ جن کے نورِ ہدایت سے دنیا جگمگا اٹھتی ہے اور جن پر ہر نبی کی پیش گوئی صادق آتی ہے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام (یوحنا نبی) کی پیشگوئی

بپتسمہ دینے والے یوحنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رشتہ دار اور ہمعصر پیغمبر تھے انہیں بھی اللہ تعالیٰ نے بطورِ نبی مبعوث فرمایا تھا۔ مرقس، متی اور لوقا تینوں حضرات کی اناجیل اس امر پر متفق ہیں کہ یوحنا (حضرت یحییٰ علیہ السلام) نے حضرت عیسیٰ کو بپتسمہ دیا تھا۔ اب ان بلند مرتبہ پیغمبر حضرت یوحنا کی پیش گوئی مرقس اور متی کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں:۔

"اور یوحنا یہ منادی کرتا تھا کہ میرے بعد وہ شخص آنے والا ہے جو مجھ سے زور آور ہے۔ میں اس لائق نہیں کہ جھک کر اس کی جوتیوں کا تسمہ کھولوں۔ میں نے تو تم کو پانی سے بپتسمہ دیا مگر وہ تم کو روح القدس سے بپتسمہ دے گا۔"

(مرقس)

"میں تو تم کو توبہ کیلئے پانی سے بپتسمہ دیتا ہوں لیکن جو میرے بعد آتا ہے وہ مجھ سے زور آور ہے۔ میں اسکی جوتیاں اٹھانے کے لائق نہیں وہ تم کو روح القدس اور آگ سے بپتسمہ دے گا۔" (متی باب ۳، جزو ۱۱)

لوقا اور متی کی انجیلوں کے مندرجہ بالا اقتباسات سے قطعی طور پر یہ واضح ہے کہ یوحنا (حضرت یحییٰ علیہ السلام) نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہرگز بطور مسیحا تسلیم نہیں کیا۔ ان کے خیال میں تو مسیحا کو بعد کے کسی زمانہ میں مبعوث ہونا تھا۔

قارئینِ کرام! متی کی انجیل کا ایک اقتباس اور ملاحظہ فرمائیے:۔

"اور یوحنا نے قید خانہ میں مسیح کے کاموں کا حال سن کر اپنے شاگردوں کی معرفت اس سے پچھوا بھیجا کہ آنے والا تو ہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ دیکھیں"

(متی باب ۱۱ جملے ۲'۳)
(لوقا باب ۳)

کلیسائی دنیا یوحنا نبی کو حضرت عیسیٰؑ کے مصدق کے طور پر پیش کرتی ہے حالانکہ وہ انہیں بطور مسیحا تسلیم ہی نہیں کرتے ورنہ وہ اپنے دو پیروکاروں کو بھیج کر ان کی شخصیت سے متعلق تحقیقات نہ کراتے۔ دراصل جیسا کہ لوقا نے اعتراف کیا ہے وہ زندگی بھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مسیحا ماننے میں متامل رہے

"زندگی کے آخری دن تک وہ دوسرے آنے والے کا منتظر رہا"

لوقا ۳ : ۱۶-۱۷

حالانکہ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضرت یوحنا علیہ السلام کی برتری بیان کرتے ہوئے فرمایا:۔

"میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو عورتوں سے پیدا ہوتے ہیں ان میں یوحنا بپتسمہ دینے والے سے بڑا کوئی نہیں ہوا"

(متی ۱۱ : ۱۱)

حضرت عیسیٰؑ سے متعلق انجیل کا ایک اور بیان ملاحظہ فرمائیں:۔

"اور اس کے اپنوں نے اسے قبول نہ کیا"

(یوحنا ۱ : ۲، متی ۱۳ : ۵۷)

گویا بپتسمہ دینے والے یوحنا (حضرت یحییٰؑ) جو خود حضرت عیسیٰؑ کے خالہ زاد بھائی تھے اور جن کی بزرگی کا موخرالذکر کو اعتراف بھی تھا انہیں بطور مسیحا ماننے سے گریز کرتے رہے۔

حضرت یوحنا کی مندرجہ بالا پیش گوئی میں چار امور قابلِ غور ہیں:۔

۱۔ میرے بعد کے الفاظ حضرت عیسیٰؑ سے متعلق کسی صورت میں بھی نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ تو حضرت یوحنّاؑ کے ہم عصر پیغمبر تھے۔ ظاہر ہے یہ الفاظ بعد میں آنے والے نبی کے لئے استعمال کئے گئے ہیں اور وہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں جو ان دونوں پیغمبروں کے بعد مبعوث ہوئے۔

۲۔ "مجھ سے زور آور" یہ الفاظ بھی ہرگز حضرت عیسیٰ علیہ السّلام سے متعلق نہیں ہیں۔ کیونکہ حضرت یوحنّا نے انہیں بپتسمہ دیا اور بپتسمہ دینے والے کا رتبہ لینے والے سے برتر ہوتا ہے۔ لہٰذا ان الفاظ کا اطلاق سرورِ کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی ہوتا ہے جو کسی ایک بستی یا قوم کے لئے نہیں بلکہ ساری کائنات کے لئے پیغامِ رشد و ہدایت لے کر آئے تھے۔ آپ کی حیاتِ طیبہ کے دوران ہی لاکھوں افراد آپؐ کی صدائے حق پر ایمان لا چکے تھے جب کہ حضرت عیسیٰؑ کی زندگی میں صرف بارہ حواری ایمان لائے اور ان میں سے بھی ایک نے غداری کر کے انہیں گرفتار کروا دیا۔ لہٰذا تاریخ شاہد ہے کہ سرورِ کائنات ہی حضرت یوحنّاؑ اور حضرت عیسیٰؑ سے زیادہ زور آور ہوئے ہیں۔

۳۔ "میں اس لائق نہیں کہ جھک کر اس کی جوتیوں کا تسمہ کھولوں" کے الفاظ کا حضرت عیسیٰؑ پر مطلقاً اطلاق نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ پہلے بھی مذکور ہے کہ یوحنّا بپتسمہ دینے والے نے اپنے آخری وقت تک انہیں بطور نبی بھی تسلیم نہیں کیا۔ انہوں نے نہ تو اپنے معتقدوں کو حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لانے کی ہدایت کی اور نہ ہی خود ان کی جوتیوں کے تسمے کھولنے کے لئے گئے۔

۴۔ "وہ روح القدس سے بپتسمہ دے گا" چاروں اناجیل اس امر پر شاہد ہیں کہ

حضرت عیسیٰؑ نے کبھی کسی کو بپتسمہ نہیں دیا علاوہ ازیں عیسائی دنیا بپتسمہ دیتے ہوئے پانی کو استعمال نہیں لاتی ہے اور اس پیش گوئی میں روح القدس کے بپتسمہ کا ذکر ہے۔ دراصل حضرت یوحنا نبی کی پیش گوئی کے چوتھے جزو کو سمجھنے کے لئے لفظ بپتسمہ کے معانی و مفہوم کی وضاحت ضروری ہے۔

لفظ بپتسمہ کے لفظی معانی پانی چھڑکنے یا اس میں غوطہ دینے کی مذہبی تقریب سے ہیں۔ زیرِ بحث پیش گوئی کے الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ بپتسمہ دو طریقوں سے دیا جاتا ہے۔

۱۔ پانی سے

۲۔ آگ سے

دنیا کے ہر خطے میں جسمانی صفائی کے لئے پانی ہی استعمال کیا جاتا ہے۔ عیسائیت کے پیرو اپنے بچوں کا نام رکھتے وقت انہیں پانی میں غوطہ دیتے ہیں یا ان پر پانی چھڑکتے ہیں اور وہ اسے بپتسمہ کا نام دیتے ہیں۔ ان کے خیال میں یہ ابتدائی تطہیر زندگی بھر کے لئے کافی ہوتی ہے۔ ملتِ اسلامیہ میں بھی بپتسمہ کا رواج ہے جسے وضو کہا جاتا ہے۔ ہر نماز سے پیشتر جسم کے بعض اعضاء کو مخصوص طریق سے دھونے کا نام وضو ہے جو دن میں کم از کم پانچ دفعہ کیا جاتا ہے۔ یہی وہ روحانی بپتسمہ ہے جو روح القدس سے دیا جاتا ہے یا روحانی طور پر دیا جاتا ہے۔ یہ عمل توبہ و استغفار کے ذریعے روح کی تطہیر، تزکیہ نفس نیز گناہوں کی معافی کے حصول کے تصور کی علامت ہے اور مسلمانوں کی عبادت کا لازمی جزو ہے۔

عیسائیوں کا یہ نظریہ کہ روح القدس ان میں سے ہر شخص پر اترتا ہے، اس کے گناہوں کی تقطیر کرتا، اس کے اندر قیام کرتا اور پانی کو خون اور روٹی کو گوشت میں تبدیل کرتا ہے

قطعاً درست نہیں ہے۔ دوسری طرف مسلمانوں کی عبادت کا مطالعہ کیجئے۔ وہ روزانہ دن میں پانچ دفعہ صلوٰۃ (نماز) ادا کرتے ہیں۔ صلوٰۃ کا لفظ صلاء سے ماخوذ ہے جس کے معنی آگ جلانے کے ہیں لہٰذا حضرت یوحنا (یحییٰ) کی پیش گوئی میں اس اسلامی عبادت صلوٰۃ کی طرف واضح اشارہ موجود ہے۔ اسی روحانی اور آتشی بپتسمہ کے متعلق ہی قرآنِ حکیم کا اعلان ہے۔ "یقیناً نماز فحش اور بے حیائی کے کاموں سے روکتی ہے"

(القرآن۔ سورۃ العنکبوت)

توبہ واستغفار اور روح القدس کا یہ بپتسمہ انسانی قلب سے ہر قسم کے زنگ اور آلودگی کو دور کرتا ہے۔ روحانی تزکیے کا حصول آگ کے مادی تصور سے ممکن ہی نہیں۔ اس کے حصول کا امکان تو صرف اللہ تعالیٰ کی محبت و رضاجوئی ہی سے ممکن ہے اور یہی مسلمانوں کی عبادت و ریاضت کا منتہائے مقصود ہے۔

لہٰذا یہ امر قطعی طور پر واضح ہوگیا کہ بپتسمہ دینے والے یوحنا نبی کی پیش گوئی کا اطلاق صرف سرورِ کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر ہوتا ہے کیونکہ آپؐ ہی ان کے بعد مبعوث ہوئے نیز جیسا کہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ آپؐ ان سے زور آور بھی تھے اور لوگوں کو روحانی طور پر بپتسمہ بھی دیتے تھے۔

عہد نامہ جدید میں فارقلیط مسیح

ناظرینِ کرام! عارف یوحنّا کی تصنیف کردہ انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی پیش گوئیاں ملاحظہ فرمائیے!

"لیکن جب وہ تسلی دہندہ آئے گا جس کو میں تمہارے پاس باپ کی طرف سے بھیجوں گا یعنی روحِ حق جو باپ سے صادر ہوتا ہے تو وہ میری گواہی دے گا۔ اور تم بھی گواہ ہو کیونکہ شروع سے میرے ساتھ ہو"

(یوحنّا باب ۱۵، جزو ۲۶-۲۷)

"لیکن جب وہ یعنی روحِ حق آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور وہ تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا" (یوحنّا باب ۱۶ - جملہ ۱۳)

مندرجہ بالا جملوں سے واضح ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے آخری نیز عظیم پیغمبر کی بعثت کی بشارت سنادی تھی۔ تسلی دہندہ عبرانی لفظ فارقلیط کا ترجمہ ہے جس کے معانی دراصل احمد کے ہیں لیکن بددیانتی سے اس کا ترجمہ تسلی دہندہ کے طور پر کیا جا رہا ہے۔

بائیبل کے مندرجہ بالا تمام جملے امام الانبیا حضرت محمد صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کی بعثت ہی پر صادق آتے ہیں کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے بعد آپؐ کے علاوہ کوئی اور نبی یا رسول دنیا میں مبعوث نہیں ہوئے۔ لہٰذا آپؐ قطعی طور پر آخری پیغمبرِ الٰہی ہیں۔ نیز اس حقیقت کو کون جھٹلا سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی پیدائش کو پانچ سو ستر سال

گذر جاتے ہیں لیکن اس دوران کوئی پیغمبر انسانیت کو راہِ ہدایت دکھانے کے لئے مبعوث نہیں ہوتا جس پر ان پیش گوئیوں کا اطلاق ہو سکے۔ آخر کار اس طویل مدت گذرنے کے بعد افقِ حجاز پر خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کا ظہور ہوتا ہے تو قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ اعلان فرماتے ہیں:۔

"تارے کی قسم جب غائب ہونے لگے کہ تمہارے رفیق (محمدؐ) نہ راستہ بھولے ہیں نہ بھٹکے ہیں اور نہ خواہشِ نفس سے بات نکالتے ہیں۔ یہ قرآن تو حکمِ خدا ہے جو ان کی طرف بھیجا جاتا ہے۔ ان کو نہایت قوت والے نے سکھایا"

(سورۃ والنجم آیت ۱-۴)

بائیبل کی ایک اور پیش گوئی ملاحظہ فرمائیے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے اسرائیلیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:۔

"میں خداوند کا رسول ہوں، میں توریت کی تصدیق کرتا ہوں اور تمہیں آنے والے کی خبر دیتا ہوں جس کا نام احمد ہوگا۔ جب وہ واضح نشانیاں دکھائے گا تو لوگ اسے جادوگر کہیں گے"۔

رسالت مآبؐ نے نہ صرف حضرت عیسیٰؑ کی نبوّت کی تصدیق کی بلکہ ان کے خلاف اور ان کی والدہ کے خلاف لگائے گئے الزامات اور تہمتوں کی تردید کی۔ اس سے یہ واضح ہے کہ یہ پیش گوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلّم سے متعلق ہی ہے۔

اپنے حواریوں کے ساتھ الوداعی گفتگو کے دوران حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی طرف ایک بلند بانگ دعویٰ منسوب کیا گیا ہے:۔

"لیکن اگر جاؤں گا تو اسے (تسلی دہندہ) تمہارے پاس بھیجوں گا۔ جو کچھ باپ کا ہے وہ سب میرا ہے۔ اس لئے میں نے کہا کہ وہ مجھ ہی سے حاصل کرتا ہے

اور تمہیں خبریں دے گا" (یوحنا۔ باب ۱۶ جملے ۸۔۱۶)

اول تو یہ دعویٰ اناجیل کے مصنفین کے اذہان کی پیداوار معلوم ہوتا ہے۔ اسے درست تسلیم کرنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندگی اور موت کے متعلق اختیارات میں خالق کائنات کا شریک تسلیم کرنے کے مترادف ہے حالانکہ پیغمبرِ موصوف نے اپنی زندگی میں کبھی ایسی قدرت و اختیارات کا دعویٰ نہیں کیا۔ بلکہ جب انہیں اے نیک استاد کہہ کر پکارا گیا تو انہوں نے غیر مبہم الفاظ میں یہ اعلان فرمایا کہ:۔

"کوئی نیک نہیں مگر ایک یعنی خدا"

(مرقس باب ۱۰ جملہ ۱۸، متی باب ۱۹ جملہ ۱۷، لوقا باب ۱۸ جملہ ۱۹)

از خود کچھ کر سکنے سے متعلق اپنی معذوری کا اظہار کرتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:۔

"میں اپنے آپ سے کچھ نہیں کر سکتا"

(متی باب ۲۰ جزو ۲۰۔۲۳، یوحنا باب ۵: ۳۰، متی ۲۰: ۲۰، یوحنا ۵: ۳۰)

بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تو اپنے متعلق یہاں تک بھی فرما دیا کہ:۔

"اگر میں خود اپنی گواہی دوں تو میری گواہی سچی نہیں"

(یوحنا باب ۵: ۳۱)

لہٰذا عقل باور نہیں کر پاتی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر جنہوں نے اپنی بندگی اور معذوری کا اظہار کرنے میں کسی قسم کے مبہم انداز بیان کا سہارا نہ لیا ہو اس قسم کی برتری و تفوق کا دعویٰ کیسے کر سکتے ہیں کہ وہ آسمانوں سے کسی کو اپنے پیروکاروں کے پاس بھیجنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ یا مالکِ حقیقی جس نے انہیں بطور پیغمبر مبعوث فرمایا، کی مانند کائنات کے تمام معاملات پر انہیں تصرف و اختیارات حاصل ہیں؟ لہٰذا اس قسم کا مفروضہ قائم کرنا قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے۔

فتح مکہ کے روز پیغمبر اسلام دس ہزار برگزیدہ صحابیوں کے ہمراہ ام القریٰ مکہ کے مقدس شہر میں

داخل ہوئے۔ آپؐ کے ساتھی اپنے اخلاص و اتقا کے باعث محبوبِ حق تھے اسی لئے بائبل کی کتاب استثنا میں انہیں قدوسیوں کا نام دیا گیا ہے۔ سرورِ کائنات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ان جاں نثاروں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی زندگیاں وقف کر رکھی تھیں۔

خدا کی قدرت! جس شہر میں ان پر عرصۂ حیات تنگ کیا گیا تھا جو یہاں سے راتوں کو جان بچا کر نکلنے والے تھے آج فاتح کی حیثیت سے اس میں داخل ہوتے ہیں لیکن کس شان سے؟ نہ کوئی غرور نہ تکبر کا شائبہ، عجز و انکسار سے سروں کو جھکائے، آیاتِ قرآنی کی تلاوت کرتے ہوئے اور اللہ اکبر کی صدائیں بلند کرتے ہوئے۔ نہ کوئی جذبۂ انتقام ہے نہ اشتعال انگیزی، رحمۃ اللعالمین سراپا عفو و کرم ہیں، عدل کا کوئی قانون، انصاف کا کوئی گوشہ جن ظالموں اور بے انصافوں کو معاف نہیں کر سکتا آج وہ شفیق القلب، سنگدل و بیدرد کتنی فراخدلی سے معاف کئے جا رہے ہیں۔ کیا ماہرینِ تاریخِ عالم کوئی ایسی مثال پیش کر سکتے ہیں؟

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو حضرت اسماعیلؑ کی اولاد سے تھے، مدینہ منورہ کی سلع نامی پہاڑی سے اپنے سفر کا آغاز کرتے ہیں۔ اور دس ہزار قدسیوں کی ہمرکابی میں وادیٔ پاران (فاران) میں داخل ہوتے ہیں۔ یہ تاریخی واقعہ حضرت ابراہیمؑ اور اللہ تعالیٰ کے دوسرے پیغمبروں حضرت موسیٰؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ، حضرت حبقوقؑ اور حضرت ملاکی کی پیش گوئیوں کے عین مطابق وقوع پذیر ہوتا ہے۔ آپؐ کے نافذ کردہ قانون کی نظر میں آقا اور غلام، امیر و غریب، کالے اور گورے سب یکساں تھے۔ بلند سے بلند مرتبے کا حامل مجرم بھی قانون کی زد سے نہیں بچ سکتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ہر قسم کے جرائم کا اس مقدس سرزمین سے خاتمہ ہو گیا تھا۔ حضرت موسیٰؑ کی پیش گوئی کہ اس کے ہاتھ میں آتشی شریعت ہو گی لفظ بہ لفظ پوری ہو کر رہی تھی۔

یہ امر واضح ہے کہ اناجیل کی تمام پیش گوئیوں کا اطلاق خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہی پر ہوتا ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سینٹ برنباس کی مفصل پیش گوئیاں

پھر اللہ نے اپنی (طرف سے) اِنسان کو جان عطا کی۔ اور اُس وقت سب فرشتے یہ راگ گاتے تھے۔ بزرگ ہے تیرا پاک نام۔

پس جب کہ آدم اپنے پیروں پر کھڑا ہوا تو اس نے آسمان میں ایک تحریر سورج کی طرح چمکتی دیکھی۔ جس کی عبارت تھی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

تب آدم نے اپنا منہ کھولا۔ اور کہا میں تیرا شکر کرتا ہوں اے میرے پروردگار اللہ! کیونکہ تم نے مہربانی کی۔ پس مجھ کو پیدا کیا۔

لیکن میں تیری منت کرتا ہوں کہ تُو مجھے خبر دے کہ ان کلمات کے کیا معنی ہیں؟ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

تب اللہ نے جواب دیا۔ مرحبا ہے تجھ کو اے میرے بندے آدم!۔

اور میں تجھ سے کہتا ہوں کہ تُو پہلا انسان ہے، جس کو میں نے پیدا کیا۔

اور یہ شخص جس کو تُو نے دیکھا ہے، تیرا ہی بیٹا ہے۔ جو اس وقت کے بہت سے سال بعد دُنیا میں آئے گا۔

اور وُہ میرا ایسا رسُول ہو گا کہ اُس کے لئے میں نے سب چیزوں کو پیدا کیا ہے۔

وُہ رسُول کہ جب آئے گا۔ دُنیا کو ایک روشنی بخشے گا۔

یہ وہ نبی ہے، کہ اُس کی رُوح آسمانی روشنی میں ساٹھ ہزار سال قبل اُس کے رکھی گئی تھی کہ مَیں کِسی چیز کو پَیدا کروں۔

پس آدم نے بمنّت یہ کہا کہ "اے پروردگار! یہ تحریر مجھے میرے ہاتھ کی اُنگلیوں کے ناخنوں پر عطا فرما!"

تب اَللّٰہ نے پہلے انسان کو یہ تحریر اُس کے دونوں انگوٹھوں پر عطا کی داہنے ہاتھ کے انگوٹھے کے ناخن پر یہ عبارت لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔

اور بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے ناخن پر یہ عبارت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

تب پہلے انسان نے ان کلمات کو پدری محبّت کے ساتھ بوسہ دیا۔

رہے اَللّٰہ کے نیک بندے تو وُہ خوف کے سوا اور کوئی دُکھ نہ سہیں گے۔

اور مَیں کہتا ہُوں۔ مَیں تم کو یہ بتاتا ہوں کہ رسُول اللّٰہ (صلّی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلّم) تک وہاں جائیں گے۔ تاکہ اَللّٰہ کے عدل کو دیکھیں۔

تب اُس وقت دوزخ ان کے تشریف لانے کے سبب کانپنے لگے گی۔

اور اُس وجہ سے کہ وہ (رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلّم) انسانی جسم رکھتے ہیں۔ ہر انسان بدن رکھنے والے پر سے، جن پر عذاب کا حکم نافذ کر دیا گیا ہے۔ عذاب اٹھایا جائے گا۔ پس وہ رسُول (صلّی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلّم) اَللّٰہ کے جہنّم کو ملاحظہ کرنے کے لئے ٹھہرنے کی مدّت تک بغیر عذاب برداشت کرنے کے رہیگا۔ لیکن رسُول اللّٰہ (صلّی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلّم) وہاں نہ ٹھہریں گے، مگر صرف ایک پلک مارنے کے وقفہ تک۔

اور اللہ یہ محض اِس لئے کریگا، تاکہ تمام مخلوق اس بات کو جان لے، کہ اس نے رسُول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) سے کچھ نہ کچھ فائدہ حاصل کیا ہے۔

اور جب رسُول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) وہاں گئے۔ شیطان غل مچائیں گے اور آگ کے دہکتے انگاروں کے نیچے چھپنے کی کوشش کریں گے۔ درحالانکہ ان میں کا ایک دوسرے سے کہتا ہوگا۔ "بھاگو! بھاگو! کہ ہمارا دشمن محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) آگیا۔

پس جب کہ شیطان اِس بات کو سُنے گا۔ وُہ اپنے مُنہ پر دوہتّڑ مار کے شور کرتا ہوا کہے گا۔ "یہ میرے خلافِ مرضی مجھ سے برتہ ہوا ہے، اور یہ بات محض بے انصافانہ کی گئی ہے۔

اور ان برسوں کے بعد فرشتہ جبرئیلؑ جہنّم میں آئے گا۔ اور انہیں یہ کہتے سُنے گا، کہ "اے محمدؐ! (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) تیرا ہم سے یہ وعدہ کرنا کہاں ہے، کہ جو شخص تیرے دِین پر ہوگا، وہ جہنّم میں اَبد تک نہ رہیگا۔"

تب اُس وقت فرشتہ جبرئیلؑ جنّت کو واپس جائے گا اور اس کے بعد اَدب کے ساتھ رسُولؐ اللہ کے قریب آئے گا۔ جو کچھ سُنا ہے۔ وُہ ان سے بیان کرے گا۔

پس اس وقت رسُول اللہ کلام کرے گا، اور کہے گا۔ "اے میرے پروردگار اور اللہ! تُو اپنا یہ وعدہ مجھ اپنے بندے سے یاد کر۔ کہ جو لوگ میرا دِین قبول کریں گے۔ وُہ اَبد تک جہنّم میں نہ رہیں گے!!"

تب اللہ جواب دے گا۔ "اے میرے پیارے جو تو چاہتا ہے، مانگ! کیونکہ میں تجھ کو سب کچھ جو تو مانگے بخشوں گا۔"

ہاں، بے شک جس طرح یہ درخت ہم کو جلانے والے آفتاب کی دھوپ سے بچاتا ہے۔ ویسے ہی اللہ کی رحمت ایمان والوں کو اس نام کے ذریعہ شیطان سے بچائے گی۔

شاگردوں نے جواب میں کہا۔ "اے معلم! وہ آدمی کون ہوگا؟ جس کی نسبت تو یہ باتیں کہہ رہا ہے، اور جو کہ دنیا میں عنقریب آئے گا"

یسوع نے دلی خوشی کے ساتھ جواب دیا۔ بے شک وہ محمد رسول اللہ ہے۔

اور جب وہ دنیا میں آئے گا تو اس اصلی رحمت کے وسیلہ سے جس کو وہ لائے گا، انسانوں کے مابین نیک اعمال کا ذریعہ ہوگا۔

جس طرح سے کہ مینہ زمین کو پھل دینے والا بنا دیتا ہے، بارش کے عرصۂ دراز تک بند رہنے کے بعد۔

پس وہ سفید ابر اللہ کی رحمت سے بھرا ہوا ہے۔ اور یہی رحمت ہے۔ کہ اللہ ایمان والوں پر اس کی پھوار پانی کی بوندوں کی طرح نثار کریگا۔

اور یونہی یہ کتاب کہتی ہے کہ موسیٰؑ نے کہا۔ "اے رب! اسرائیل کے اللہ قدیر۔ رحیم! تو اپنے بندے کو اپنی بزرگی کی روشنی میں ظاہر کر۔"

تب وہیں سے اللہ نے اس کو اپنے رسول کو اسمٰعیلؑ کے دونوں بازوؤں پر دکھایا۔ اور اسمٰعیلؑ کو ابراہیمؑ کے دونوں بازوؤں پر۔

اور اسمٰعیلؑ کے پاس ہی اسحاق کھڑا ہوا اور اس کے بازوؤں پر ایک بچہ تھا جو کہ اپنی انگلی سے یہ لکھتا ہوا رسول اللہ کی طرف اشارہ کر رہا تھا کہ یہی ہے وہ جس کے لئے اللہ نے ہر شئے کو پیدا کیا ہے۔

تب وہیں سے موسیٰ خوشی سے چلایا کہ اے اسمٰعیلؑ! بے شک تیرے دونوں بازوؤں میں ساری دنیا اور جنت (بھی) ہے۔

پس جبکہ آدمیوں نے مجھ کو اللہ اور اللہ کا بیٹا کہا تھا۔ مگر یہ کہ میں خود دنیا میں بے گناہ تھا اس لئے اللہ نے ارادہ کیا کہ اس دنیا میں آدمی یہودا کی موت سے مجھ سے ٹھٹھا کریں۔ یہ خیال کر کے کہ وہ میں ہی ہوں جو کہ صلیب پر مرا ہوں تاکہ قیامت کے دن میں شیطان مجھ سے ٹھٹھا نہ کریں۔
اور یہ بدنامی اس وقت تک باقی رہے گی جبکہ محمد رسول اللہ آئے گا جو کہ آتے ہی اس فریب کو ان لوگوں پر کھول دے گا جو کہ اللہ کی شریعت پر ایمان لائیں گے۔
اور یسوعؑ نے یہ بات کہنے کے بعد کہا "اے رب ہمارے اللہ! تو بے شک عادل ہے۔
اس لئے کہ اکیلے تیرے ہی لئے نہایت بزرگی اور اکرام ہے"۔

یہ غور و فکر کا مقام ہے کہ کس طرح برنباس حواری نے دوسری اناجیل میں درج پیش گوئیوں کو واضح انداز میں قلمبند کر کے غیر مبہم الفاظ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا اعلان فرما دیا۔

یوحنّا عارف کا مکاشفہ

"پھر مَیں نے نگاہ کی تو کیا دیکھتا ہُوں کہ وُہ برّہ صیّون کے پہاڑ پہ کھڑا ہے۔ اور اس کے ساتھ ایک لاکھ چوالیس ہزار شخص ہیں جس کے ماتھے پر اُسں کا اور اس کے باپ کا نام لکھا ہوا ہے اور مجھے آسمان پر سے ایک ایسی آواز سُنائی دی، جو زور کے پانی اور بڑی گرج کی سی آواز تھی۔ اور جو آواز میں نے سُنی وہ ایسی تھی جیسے بربط نواز بربط بجاتے ہیں۔ وہ تخت کے سامنے اور چاروں جانداروں اور بزرگوں کے آگے گویا ایک گیت گا رہے تھے۔ اور ان ایک لاکھ چوالیس ہزار شخصوں کے سوا جو دنیا میں سے خرید لیئے گئے تھے کوئی اس گیت کو نہ سیکھ سکا۔ یہ وہ ہیں جو عورتوں کے ساتھ آلُودہ نہیں ہوئے، بلکہ کنوارے ہیں۔ یہ وہ ہیں، جو برّہ کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں۔ جہاں کہیں وُہ جاتا ہے۔ یہ خدا اور برّہ کے لئے پہلے پھل ہونے کے واسطے آدمیوں میں سے خرید لئے گئے ہیں۔ اور ان کے مُنہ سے کبھی جھُوٹ نہ نکلا تھا۔ وہ خداوند کے سامنے بے عیب ہیں"۔

(یوحنّا کا مکاشفہ باب ۱۴)

اِس اقتباس کے بعض الفاظ وضاحت طلب ہیں۔ اوّل اس میں برّہ

کا صیہون کے پہاڑ پر کھڑے ہونے کا ذکر ہے ۔ برّہ سے مراد معصوم کے ہیں اور یہ اشارہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ مقدس سے ہے۔ صیہون کا مطلب مقدس پہاڑی کے ہیں اور مقصود عرفات کی پہاڑی ہے۔ جس پر کھڑے ہو کر آپؐ نے ایک لاکھ چوالیس ہزار صحابہ کرامؓ کو مخاطب فرمایا تھا۔

دوم :۔ ایک لاکھ چوالیس ہزار اشخاص کی جماعت کے ماتھے پر باپ کے نام سے مراد ان کا خدا کے آگے جھکنا اور عجز و انکسار ہے ۔ قرآنِ عظیم میں ارشادِ ربانی ہے :۔ "(اے دیکھنے والے) تو ان کو دیکھتا ہے کہ (خدا کے آگے) جھکے ہوئے سر بسجود ہیں"۔

سوم :۔ تخت کے سامنے گیت گانے سے مراد حجۃ الوداع کے موقع پر حمد و ثنا کے وہ ترانے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حضور ایک لاکھ چوالیس ہزار صحابہ کرامؓ نے انتہائی عجز و انکسار کے ساتھ بطور تشکر پیش کئے۔

چہارم :۔ چاروں جانداروں اور بزرگوں سے مراد پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چاروں برگزیدہ خلفاء ہیں جنہیں یکے بعد دیگرے آپؐ کے وصال کے بعد خلافت کے فرائض سر انجام دینے کا شرف حاصل ہوا۔ ایک لاکھ چوالیس ہزار شخص وہ صحابہ کرامؓ ہیں جنہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معیت میں حج ادا کیا اور جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی زندگیاں وقف کر چکے تھے ۔ لہٰذا قرآنِ حکیم میں ان کی صفات درج ذیل الفاظ میں بیان ہوئی ہیں :۔

"وہ اپنی عصمت و ناموس کی حفاظت کرنے والے اور پیغمبر کی راہ پر چلنے والے ہیں"۔

"خدا نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لئے ہیں اور اس کے عوض میں ان کے لئے بہشت (تیار کی ہے)" (سورۃ توبہ آیت ۱۱۱)

کامیابی ہے ان کے لئے جو توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، روزہ رکھنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیک کاموں کا امر کرنے والے، بری باتوں سے منع کرنے والے، خدا کی حدوں کی حفاظت کرنے والے ہیں (یہی مومن لوگ ہیں) اور اے پیغمبر! مومنوں کو بہشت کی خبر سنا دو۔ (سورۃ توبہ آیت ۱۱۲)

اور وہ جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب ان کو بے ہودہ چیزوں سے گزرنے کا اتفاق ہو تو بزرگانہ انداز سے گزر جاتے ہیں۔ (سورۃ الشعراء آیت ۷۲)

تاریخی واقعات بائیبل کی مندرجہ بالا پیش گوئی کی توثیق کرتے ہیں اور اس حقیقت پر شاہد ہیں کہ خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ پیغمبرِ حق ہیں جو حجۃ الوداع کے موقع پر عرفات کی پہاڑی پر گئے۔ ایک لاکھ چوالیس ہزار برگزیدہ صحابی اور آپؐ کے جانشین چاروں فرشتہ صفت خلفاء آپؐ کی معیت میں تھے۔ اس تاریخی موقع پر رحمتِ عالمؐ نے تکمیل دین کی بشارت دی۔ انسانی حقوق کا بے نظیر منشور سنایا۔

کل کے سرکش اور بغاوت پر آمادہ آج گردنیں جھکائے پیکرِ عجز و انکسار بنے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا میں معروف تھے اور ان کی آوازیں ایسا منظر پیش کر رہی تھیں جیسے کسی وادی میں کسی بربط نواز کے بربط بجانے کی آواز گونج رہی ہو۔

کلمۂ توحید پیٹر کی کرسی پر

حیرت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو ہادی برحق، خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت، صداقت و حقانیت کی واضح ترین شہادتیں خود کلیسائے روم کے مقفل خلوت کدوں میں بھی مہیا کر دیں لیکن پھر بھی عیسائی دنیا اسلام اور دائمی حق کی تکذیب پر تلی رہتی ہے۔ آخر ان کے مذہبی اکابر کب تک اپنی عظمت و اقتدار کے محلات کو بچانے کی خاطر حقائق سے روگردانی کرتے رہیں گے؟ آخر وہ کب تک اپنے کروڑوں پیروکاروں کو ظلمت و ضلالت کی وادیوں میں سرگرداں رکھیں گے؟ عیسائی عوام کو دعوت دی جاتی ہے کہ وہ اپنے مذہبی سربراہوں کی تثلیثی بھول بھلیوں سے نکل کر کم از کم تاریخ ہی کی ورق گردانی کر لیں۔

روایت کے مطابق تثلیثی دنیا کے قلب روم کے مشہور و معروف گرجا گھر میں دو کرسیاں رکھی گئی تھیں۔ ان میں سے پیٹر کے نام سے موسوم کرسی ہمیشہ خالی رکھی جاتی۔ ۱۷۹۵ء میں جب نپولین بوناپارٹ کی فوجوں نے روم پر قبضہ کر لیا تو پیٹر کی متذکرہ کرسی کا بغور معائنہ کیا گیا۔ لوگوں کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ اس پر اہلِ اسلام کا کلمہ ایمان و توحید لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ عربی حروف میں کندہ پایا گیا۔ ایک مسیحی خاتون میڈم ایلیٹ سکاٹی کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں:-

"۱۷۹۵ء میں جب بوناپارٹ کے لشکر نے روم پر قبضہ کیا تو کرسی کو دوبارہ بغور دیکھا گیا تو اس پر اسلام کے اظہارِ عقیدہ (کلمہ توحید) کے الفاظ عربی حروف میں کندہ پائے گئے"
اینڈکس ٹو۔ اینشنٹ سمبل ورشپ از ولیٹراپ اوپٹن لینڈ (دیک) آئیسیس

(میڈم ایلیٹ سکاٹی)

دعوتِ اسلام

اِن واضح نشانیوں اور شہادتوں کی روشنی میں ہنود، یہود اور عیسائی دنیا کو دعوت دی جاتی ہے کہ وہ ہزاروں بتوں کے صنم کدوں اور تثلیث کی بھول بھلیوں سے نکل کر دعوتِ اسلام پر لبیک کہیں، اللہ کو ایک مانیں، نبی کریمؐ کو آخری پیغمبر تسلیم کریں اور روزِ حشر کیلئے زادِ راہ تیار کریں۔

یہ سورج کی طرح روشن شہادتیں رحمۃ اللعالمین کے عقیدت مندوں کی تحریروں سے نہیں بلکہ خود ان ہی کی مقدس کتابوں سے پیش کی گئی ہیں۔ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

خدائی پیغام

اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن کریم میں کئی مقامات پر ارشاد فرمایا ہے کہ جو کچھ ان کی طرف سے نازل ہوا ہے، اسے لوگوں تک پہنچاؤ۔ اس لئے ہر مسلمان کا فرض ہے، کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پیغام کو حتی المقدور پھیلائے اور خاص طور پر غیر مسلموں تک پہنچائے۔ اگر آپ اس کارِ خیر میں شریک ہونا چاہتے ہیں تو اسلامی مشن کا ہاتھ بٹائیے اور اس کے ممبر بنئے۔ یہ ادارہ پچھلے بارہ سال سے فریضۂ تبلیغ سرانجام دے رہا ہے۔:

ضروری اعلان!

ڈھول کا پول

اسلامی مشن نے عیسائیوں کے مبادیاتِ دین انجیل، تثلیث الوہیتِ مسیح، کفارہ اور روح القدس پہ ایک جامع سوالنامہ تیار کیا اس طرح ڈھول کا پول کھول کر رکھ دیا گیا ہے۔ اور ان سوالات کے جواب دینے والا خود بخود مسیحی عقاید کا ابطال کر دیتا ہے۔ قیمت مکمل سیٹ ایک روپیہ۔

اسلامی مشن سنت نگر لاہور

صداقتِ اسلام کے مبارک موضوع پر
مکتبۂ محمودیہ کی قابلِ تحسین اور عظیم پیشکش

آخری نبیؐ اور توراتِ موسوی

از قلم
بشیر احمد جالندھری خطیب جامع مسجد شور کوٹ روڈ ضلع جھنگ

"آخری نبیؐ اور توراتِ موسوی" پادری برکت اللہ صاحب ایم۔اے کی کتاب "توراتِ موسوی اور محمد عربی" کا مکمل اور مدلل جواب ہے۔ کراچی، لاہور، ملتان، ساہیوال اور جھنگ کے علماء اسلام کی تصدیقات اس کتاب کے ساتھ شامل ہیں۔

"آخری نبیؐ اور توراتِ موسوی" محققین کے لئے نادر تحفہ ہے۔ مناظرین کے لئے بہترین رہنما ہے۔ واعظین کے لئے بہترین رہبر ہے۔ عام مسلمانوں کے لئے معلومات کا بہترین خزانہ اور نسلِ انسانی کے لئے ذریعہ رشد و ہدایت اور باعثِ خیر و برکت ہے۔

صفحات ۴۶۲، بڑا سائز (۲۲×۱۸/۸)، ٹائیٹل رنگین اور بہترین کتابت اور طباعت نہایت عمدہ قیمت بیس ۲۰ روپے

نوٹ: ہر آرڈر کے ساتھ نصف قیمت کا پیشگی آنا ضروری ہے۔ محصول ڈاک بذمہ خریدار ہوگا۔
تاجروں کے لئے معقول کمیشن

ملنے کا پتہ: بشیر احمد جالندھری مکتبۂ محمودیہ شور کوٹ روڈ ضلع جھنگ